ام المومنین سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

www.KitaboSunnat.com

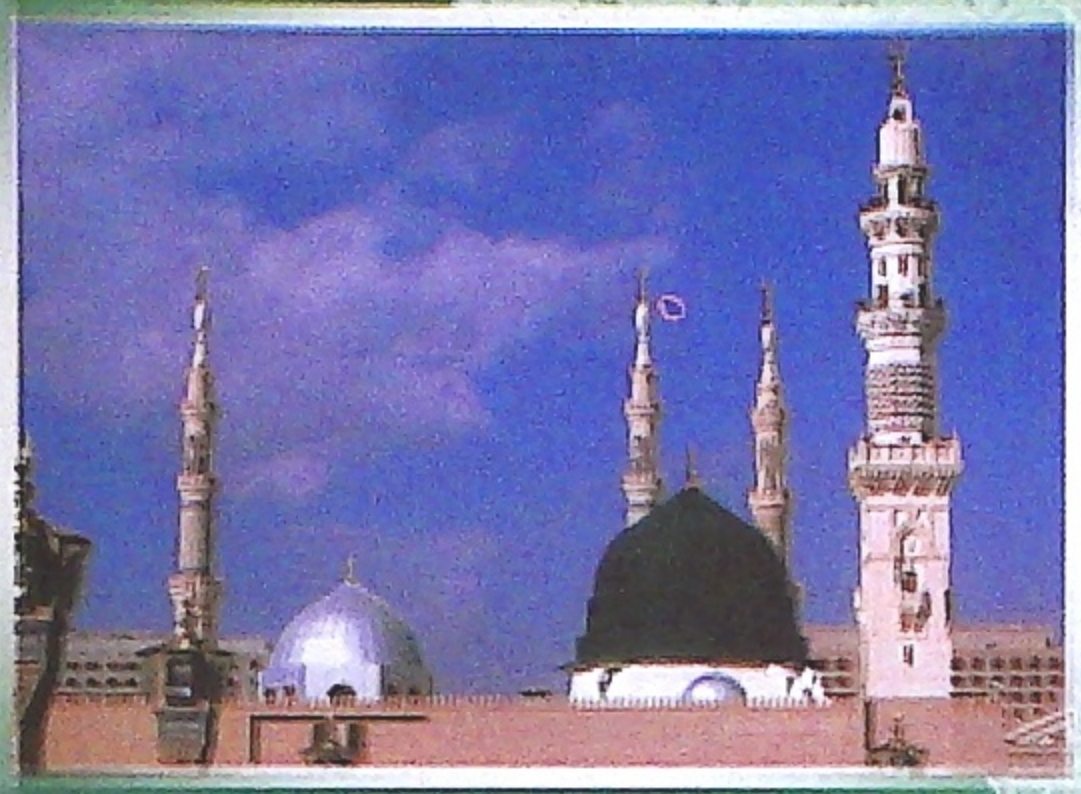

رشحہ قلم
مولانا سیّد حسن مثنیٰ ندوی

تقدیم وحواشی
محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

مکتبہ دار الاحسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

رشحہ قلم

مولانا سید حسن مثنیٰ ندوی

تقدیم وحواشی

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

www.kitabosunnat.com

مکتبہ دار الاحسن

64، نعمان سینٹر، گلشن اقبال، بلاک 5، کراچی برائے رابطہ: 0333-3738795

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

24873

ح س ن - 1

اشاعت ---- دسمبر 2010ء / محرم 1432ھ

تعداد ---------- 500

قیمت ---------- -/80 روپے

طابع ---------- فیرفین پریس کراچی

المکتبۃ الرحمانیۃ

۹۹ - جے ماڈل ٹاؤن - لاہور

20 23

مکتبہ دار الاحسن

64، نعمان سینٹر، گلشن اقبال، بلاک 5، کراچی برائے رابطہ: 0333-3738795

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

☆ عرضِ ناشر 5
☆ سخن ہائے گفتنی 6
☆ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ 17
☆ شاہانِ عالم کو دعوتِ اسلام 17
☆ مقوقس، عظیمِ قبط 17
☆ مقوقس کا جواب 19
☆ مصر و روم کی کشمکش 20
☆ غیر معمولی تحائف 21
☆ ہرقل کا ردِّ عمل 22
☆ قافلۂ ماریہ کا استقبال 24
☆ مشربۂ اُمّ ابراہیم 26
☆ عربوں کا فخر بالآباء 27
☆ شادی بیاہ کے طریقے 28
☆ رسوم جاہلیہ کی اصلاح 30
☆ مورخین کی بے احتیاطی 33
☆ اونچ نیچ کا زہر 34
☆ تین نمونے 35
☆ غیر محسوس اثرات 37
☆ عصبیتوں کا شکار 38
☆ مسموم ذہن و فکر 42
☆ یہودیوں کی زبانِ طنز 45
☆ اصولِ استیلاد 47
☆ اُمّ وَلَدْ کا اصل مفہوم 49
☆ نسل پرستی کا جنون 50
☆ موضوعات کا سہارا 53
☆ دو جذبوں کی کشاکش 55
☆ حضرت اُمّ سلمہ کا نکاح 58
☆ حضرت میمونہ کا نکاح 58
☆ ازواج مطہرات کی تعداد 60
☆ ابن سعد کا بیان 60
☆ ابن ہشام کا بیان 60
☆ یعقوبی کا بیان 61
☆ ابن قتیبہ کا بیان 62
☆ طبری کا بیان 62
☆ ابن کثیر کا بیان 62
☆ نُووِی کا بیان 63
☆ ابن اثیر کا بیان 63
☆ ابوالفداء کا بیان 63

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ ابن سید الناس کا بیان 63
☆ ابن عساکر کا بیان 64
☆ قسطلانی کا بیان 64
☆ التباس 64
☆ ابن کثیر کا فیصلہ 65
☆ ابن اسحٰق 66
☆ رومی اصطلاح 66
☆ زہری کی خشتِ اوّل 67
☆ محمد بن اسحاق (حاشیہ) 67
☆ سراری کے معنیٰ 68
☆ جاریہ کا ترجمہ 71
☆ ہدیہ کا مفہوم 73
☆ مِلک کا مفہوم 74
☆ حاکم کی حدیث 75

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

اُمّ المومنین سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت اس اعتبار سے نہایت مظلوم ہے کہ ان کی ذات اہلِ علم کا مرکزِ تحقیق نہیں بن سکی۔ وہ جناب نبی کریم ﷺ کی شریکِ حیات اور فرزندِ رسول ﷺ کی والدۂ مکرمہ تھیں۔ بڑے بڑے سیرت نگاروں نے بھی ان کی زندگی پر محققانہ نگاہ ڈالنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور ان کا ذکر محض کنیزِ رسول ﷺ کی حیثیت سے سرسری طور پر کیا۔

ہمارے علم کے مطابق مولانا سیّد حسن مثنیٰ ندوی رحمہ اللہ پہلے عالم دین ہیں جنہوں نے سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنی تحقیق و تحریر کا مرجع ٹھہرایا۔ ان کی اس تحقیق کو ان کے برادرِ عم زاد جناب سیّد ریحان چشتی نے اپنی زیرِ نگرانی کمپوز کروایا۔ اس پر نظرِ ثانی اور تقدیم و حواشی کا فریضہ جناب محمد تنزیل الصدیقی الحسینی حفظہ اللہ نے انجام دیا۔ چنانچہ وہ اہم پہلو جو شاملِ مقالہ ہونے سے رہ گئے تھے کوشش یہی کی گئی کہ شاملِ مقدمہ کر لیے جائیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ مقالہ پہلی مرتبہ کتابی شکل میں ''مکتبہ دارالاحسن'' کی جانب سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ ''دارالاحسن'' اس کی طباعت و اشاعت ایک سعادت سمجھ کر انجام دے رہا ہے۔ دعا ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں یہ سعی، سعیِ مشکور ہو۔ (آمین یاربّ العالمین)

ابوعبدالرحمان محمد ثاقب صدیقی

۱۹ اگست ۲۰۱۰ء، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخن ہائے گفتنی

ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو ازواج مطہرات رضی اللہ علیھن میں کئی ایک امتیازی خصوصیات حاصل ہیں:

☆ وہ حرمِ نبوی ﷺ میں آنے والی واحد مصری خاتون تھیں۔

☆ ان کا آبائی تعلّق عیسائی مذہب سے تھا۔

☆ وہ شاہی گھرانے سے تعلّق رکھتی تھیں۔

☆ انہیں ایک بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

☆ نہ صرف یہ بلکہ ان کا ذکرِ مبارک اشارے کنایوں ہی میں سہی ''زبور'' میں بھی آیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے جو مختلف پیشین گوئیاں بائبل کے مختلف مقامات پر آئی ہیں ان میں سے ایک پیش گوئی یہ بھی ہے:

''تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں۔ ملکہ تیرے دہنے ہاتھ اوفیر کے سونے سے آراستہ کھڑی ہے۔'' (زبور:۴۵:۹-۱۰)

قاضی سلیمان سلمانؔ منصور پوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''داہنے ہاتھ کے الفاظ پر غور کرنا چاہیے یہ ''ملکِ یمین کا ترجمہ ہے'' سب مؤرخین ماریہ خاتون (رضی اللہ عنہا) کو ملک یمین بتاتے ہیں پیش گوئی بالا میں پہلے بتایا گیا ہے کہ وہ شاہزادی ہونگی اور ان کا آنا ملک یمین کی شان میں ہوگا۔'' [رحمۃ للعالمین ﷺ :۹۶/۲(حاشیہ)]

زبور کی عبارت سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ ایک خاتون جو خانوادۂ شاہی سے تعلّق رکھتی ہونگیں وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔ چنانچہ یہی ہوا شاہِ مقوقس نے نبی کریم ﷺ کے نام اپنے نامۂ مبارک میں لکھا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بعثتُ اليك بجاريتين لهما فى القبط مكان عظيم."

''میں نے دو لڑکیاں آپ (ﷺ) کے پاس بھیجی ہیں۔ جن کا مرتبہ قبطیوں میں عظیم ہے۔''

جاریہ کا اطلاق صرف کنیزوں پر نہیں ہوتا اور کنیز کے لیے یہ کہنا کہ وہ صاحب مرتبہ ہے محض تفنن ہی تو ہے۔ پھر معاملے کے سیاسی پہلو بھی پیشِ نظر ہونے چاہئیں۔ ایک سربراہِ مملکت دوسرے سربراہِ مملکت کو کنیز روانہ کرے اور وہ اس کنیز کو اپنے لیے مخصوص کر لے یہ ایک عام سی بات ہو سکتی ہے، تاہم ایک عام بادشاہ بھی کنیز کو اپنی ملکہ نہیں بنائے گا۔ مقام نبوت تو اس سے کہیں بلند ہے کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف یہ کہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو ازواجِ مطہرات جتنا درجہ دیں بلکہ فیصلۂ الٰہی بھی یہ قرار پائے کہ کل عرصہ نبوت میں صرف ان ہی کے بطن سے نبی کریم ﷺ کی اولاد ہو۔

بایں ہمہ اپنا اپنا زاویہ فکر و نظر ہے اگر شاہِ مقوقس کے خط سے کہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ ماریہ ایک کنیز ہیں تو یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خانوادۂ شاہی کی رکن بھی ہیں جو قبطیوں میں عظیم المرتبہ ہیں۔ ان کا شاہزادی بن کر کسی بادشاہ کے حرم میں جانے سے کہیں برتر یہی تھا کہ وہ کنیز بن کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ لیکن قدرت الٰہی نے نہ صرف انہیں نبی کریم ﷺ کے حقیقی فرزند کی ماں بنایا بلکہ انہیں مومنین کی ماں کا درجہ بھی عطا فرمایا۔

افسوس تو اس امر کا ہے کہ مسلمان مورخینِ سیرت بھی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو محض ایک ''لونڈی / کنیز'' قرار دیتے رہے۔

اس حقیقت سے بھی نظریں نہیں چرائی جا سکتی کہ اگر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سیدنا محمد بن عبد اللہ ہاشمی ﷺ کے اوٗلاد کی والدۂ مکرمہ ہیں تو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے فرزندِ ارجمند کی والدۂ ماجدہ ہیں۔ یہ ایک ایسا شرف ہے جو صرف انہی کو حاصل ہے (۱)۔

www.kitabosunnat.com

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) گو بعض مورخینِ سیرت کی تحقیق کے مطابق سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بعثتِ نبوت کے بعد پیدا ہوئی ہیں تاہم یہ امر مختلف فیہ ہے جبکہ حضرت ابراہیم کا عہدِ رسالت میں پیدا ہونا قطعاً محتاجِ ثبوت نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ مسلمان مصنفینِ سیرت بھی سارا زور سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ''شرفِ کنیزی'' پر لگاتے ہیں۔ انہیں معاملے کے دوسرے پہلو نظر نہیں آتے ہیں یا شاید وہ قصداً اعراض کرتے ہیں۔

حضرت صفیہ، حضرت جویریہ اور حضرت ریحانہ رضی اللہ علیہنّ یہ تمام ہی مختلف غزاوت میں مغلوب ہو کر آئیں تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ تمام مسلمان ہی انہیں ام المومنین کا درجہ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ خیال رہے کہ ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کسی غزوے میں قیدی کی حیثیت سے نہیں آئی ہیں۔ معلوم نہیں ان کے ساتھ یہ امتیازی سلوک روا رکھنے کی کیا وجہ رہی؟

گو مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے ''تفہیم القرآن'' میں لکھا ہے:

''حضرت ماریہؓ سے بر بنائے مِلک یمین تمتع فرمایا، ان کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا ہو۔'' [تفہیم القرآن: ۱۱۴/۴]

لیکن کیا نبی کریم ﷺ کی بقیہ ازواج سے کیے گئے نکاح کی بھی کوئی تفصیل ملتی ہے؟ کیا تقاریبِ ولیمہ اور دیگر پیام و قبول کی جزئیات سے بھی آگاہی ہوتی ہے؟

ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ کا سیّدہ ماریہ قبطیہ کو اپنے حرم میں شامل کر لینا اور ان کے ساتھ بعینہٖ وہی سلوک روا رکھنا جو دوسری ازواج کے ساتھ تھا، انہیں ازواج مطہرات کی صف میں شامل کرنے کے لیے کافی ہے۔

پھر مولانا مودودی کا یہ دعویٰ بھی ہر لحاظ سے کامل نہیں ہے۔ چنانچہ امام حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں مصعب بن عبداللہ الزبیری سے روایت کیا ہے:

"ثم تزوج رسول اللّٰه مارية بنت شمعون وهي التي اهداها الىٰ رسول اللّٰه المقوقس صاحب الاسكندرية."

''پھر شادی کی رسول اللہ ﷺ نے ماریہ بنت شمعون سے اور یہ وہی ہیں جن کو ''رخصت'' کیا تھا مقوقس والیِ اسکندریہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف۔'' [المستدرك للحاكم: ۴۱/۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گو یہ روایت اسناداً موقوف ہے مگر اسے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ دعویٰ کہ سیدہ ماریہؓ سے نکاح کا کوئی ذکر کہیں نہیں ملتا، درست نہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ''شرفِ کنیزی'' کے ثبوت میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بھی خاصی مشہور ہے:

"لما ولدت مارية القبطية ابراهيم ابن النبی ﷺ قال رسول الله ﷺ: أعتقها ولدها."

''جب ماریہ قبطیہ سے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے لڑکے نے اسے آزاد کر دیا۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت مختلف کتب احادیث میں موجود ہے۔ جن میں سنن ابن ماجہ، سنن دار قطنی، مستدرک حاکم، سنن بیہقی وغیرہا شامل ہیں۔ امام دار قطنی نے اسے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔ تاہم یہ تمام روایتیں محدثین کی جرح سے محفوظ نہیں، بلکہ اسناداً ضعیف ہیں۔ امام ابن عبدالبر الاندلسی کا فیصلہ ہے کہ

"و اسنادهٗ لا تقوم به حجة لضعفهٗ."[الاستیعاب]

اب ان روایتوں کے ضُعف کی تفصیل ملاحظہ ہو:

سنن ابن ماجہ میں یہ روایت **کتاب العتق، باب: الامهات الاولاد** میں ہے۔ ابن ماجہ کی سند کا ایک راوی حسین بن عبداللہ متکلم فیہ ہے۔ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی: "هو ضعيف جداً" [التلخيص الحبير]۔ مزید براں شیخ ناصر الدین البانی کی تحقیق کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے۔

امام دار قطنی نے سنن دار قطنی کے **کتاب المکاتب** میں اس سلسلے کی ۷ روایتیں نقل کی ہیں۔

دار قطنی کی پہلی روایت محدث عظیم آبادی کی ترقیم کے مطابق حدیث نمبر ۴۱۸۸ کے دو راوی ابوبکر بن ابی سبرہ اور حسین بن عبداللہ ضعیف ہیں۔ اوّل الذکر پر وضع حدیث کا الزام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے امام نسائی کے نزدیک متروک ہے۔

دار قطنی کی دوسری روایت نمبر ۴۱۸۹ کی سند میں بھی حسین بن عبداللہ ہے۔

دار قطنی کی تیسری روایت نمبر ۴۱۹۰ کی سند میں ابن ابی سارہ مجہول ہے۔

دار قطنی کی چوتھی روایت نمبر ۴۱۹۲ کی سند میں حسین بن عبداللہ ہے۔

دار قطنی کی پانچویں اور چھٹی روایت نمبر ۴۱۹۳ اور ۴۱۹۴ کی سند میں ابوبکر بن ابی سبرہ ہے۔

دار قطنی کی ساتویں روایت نمبر ۴۱۹۵ کی سند میں حسین بن عبداللہ ہے۔

مستدرک حاکم کی کتاب البیوع میں سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی بحیثیت امّ ولد والی روایت موجود ہے تاہم بقول حافظ الذہبی اس کا ایک راوی حسین متروک ہے۔

سنن بیہقی میں اس سلسلے کی دو روایتیں ہیں تاہم ان کی اسناد میں بھی ایسے راوی ہیں جو خود امام بیہقی کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

اس بات سے تو یقیناً کسی کو انکار نہ ہوگا کہ سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے پردے میں رکھا۔ اُس معاشرے میں پردہ شرف و بزرگی کی کیسی علامت تھی؟ اس سلسلے میں بخاری کی ایک اہم روایت، جس کا تعلق گو کہ سیدہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے ہے، کا اہم ترین حصہ پیش کیا جاتا ہے۔

"فقال المسلمون : احدیٰ امّهات المؤمنين ، أو ممّا ملكت يمينهٗ ؟ فقالوا : ان حجبها فهی من امّهات المؤمنين ، و ان لم يحجبها فهی ممّا ملكت يمينهٗ ، فلمّا ارتحل وطّالها خلفهٗ و مدّ الحجاب بينها و بين النّاس ." [صحيح بخاری ، كتاب النكاح ، باب: اتخاذ السّراری و من اعتق جاريتهٗ ثمّ تزوّجها]

"بعض مسلمانوں نے پوچھا کہ حضرت صفیہ امہات المومنین میں سے ہیں (یعنی آپ ﷺ نے ان سے نکاح کیا ہے) یا لونڈی کی حیثیت سے ہیں۔ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنحضرت ﷺ ان کے لیے پردہ کا انتظام فرمائیں تو وہ امہات المومنین میں سے ہیں اگر ان کے لیے پردہ کا اہتمام نہ فرمائیں تو وہ لونڈی کی حیثیت سے ہیں۔ پھر جب کوچ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے اپنی سواری میں بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان پر پردہ ڈالا تا کہ لوگوں کو نظر نہ آئیں۔''

امام ابنِ کثیر کی یہ روایت بھی اہمیت کی حامل ہے:

" قال یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن ابراهیم بن محمد بن علی بن ابی طالب عن أبیه عن جدهٔ علی بن أبی طالب قال : اکثروا علی مارية أمّ ابراهیم فی قبطی ابن عم لها یزورها و یختلف الیها فقال رسول الله ﷺ خذ هذا السیف فانطلق فان وجدتهٔ عندها فاقتلهٔ قال قلتُ یارسول الله ﷺ أکون فی أمرک اذا ارسلتنی کالسکة المحماة لا یثنینی شیٔ حتی أمضی لما أمرتنی به أم الشاهد یری ما لا یری الغائب فقال رسول الله ﷺ بل الشاهد یری ما لا یری الغائب فاقبلت متوشحا السیف فوجدتهٔ عندها فاخترطت السیف فلما رآنی عرف أنی أریدهٔ فأتی نخلة فرقی فیها ثم رمی بنفسه علی قفاه ثم شال رجلیه فاذا به أجب أمسح ماله مما للرجال لا قلیل و لا کثیر فأتیت رسول الله ﷺ فأخبرتهٔ فقال الحمد لله الذی صرف عنّا أهل البیت ." [البدایة و النهایة : ۳۰٤/٥]

(خلاصۂ کلام) ''جب سیدہ ماریہ پر ان کے عم زاد برادر مابور کے ساتھ تہمت تراشی کی گئی تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی کو بھیجا، سیدنا علی نے مابور کو نامرد پایا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض حال کیا۔ جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم اہلِ بیت سے اس تہمت کو رفع فرما دیا۔''

یہاں سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا شمار نبی کریم ﷺ نے اہلِ بیت میں فرمایا۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق:

''[مقوقس نے] دو لڑکیاں جو بھیجی تھیں ان میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں، دوسری سیرین تھیں جو حضرت حسان کی ملک میں آئیں۔.....

...اس واقعہ کو اس حیثیت سے دیکھنا چاہیے کہ یہ دونوں عورتیں لونڈیاں نہ تھیں اور اسلام قبول کر چکی تھیں اس لیے آنحضرت ﷺ نے ماریہؓ سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے وہ آپ ﷺ کی حرم میں آئیں۔'' [سیرت النبی ﷺ: ۲۷۳/۱]

علاّمہ شبلی، مقوقس کے خط کی روشنی میں لکھتے ہیں:

''ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے عربی میں جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں اور لونڈی کو بھی۔ اربابِ سیرت ماریہ قبطیہ کو لونڈی کہتے ہیں لیکن مقوقس نے جو لفظ ان کی نسبت لکھا ہے یعنی کہ ''مصریوں میں بڑی عزت ہے'' یہ لونڈیوں کی شان میں استعمال نہیں کیے جاسکتے۔'' [سیرت النبی ﷺ: ۲۷۳/۱]

حضرت مولانا عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق:

''یہ دو لڑکیاں جن کا نام ماریہ اور سیرین تھا۔ راہ میں ہی حاطب بن ابی بلتعہ کی تبلیغ سے مسلمان ہوگئی تھیں یہ شاہی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان میں سے ماریہ سے تو آپ ﷺ نے خود نکاح کر کے حرم میں شامل کرلیا اور اسی کے بطن سے سیدنا ابراہیم پیدا ہوئے اور سیرین سیدنا حسان بن ثابت کے حبالۂ عقد میں آئیں اور یہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔'' [تیسیر القرآن: ۶۳۹/۳]

ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق بھی ملاحظہ ہو:

''حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بخوشی اور برضا و رغبت اسلام قبول کرلیا تھا۔ جس کی بناء پر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے انہیں اپنی زوجہ ہونے کا اعزاز و افتخار بخشا۔'' [محمد رسول اللہ ﷺ مترجم خالد پرویز: ۱۸۶، بیکن بکس لاہور ۲۰۰۵ء]

ڈاکٹر صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''محمد رسول اللہ ﷺ نے مصری سردار مقوقس کی طرف سے آنے والی لونڈی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھر ہی میں رکھا اور بعد ازاں وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ بنی مگر آپ ﷺ کے یہ بیٹے دو سال کی عمر ہی میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق محمد رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ کی آزادی کا حکم دیا بلکہ یہاں تک فرمایا کہ: اگر میرے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو میں تمام قبطی عیسائیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا جزیہ معاف کر دیا۔" [محمد رسول اللہ ﷺ :۲۵۳-۲۵۴]

☆......☆......☆......☆......☆

سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا مصر کے علاقہ "انصنا" کی بستی "حفن" کی رہائشی تھیں۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ حکومت میں اس بستی کا خراج سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم میں معاف کر دیا تھا۔ [سیرت النبی (از ابن کثیر):۳/۲۲۶]

"حضرت ماریہؓ کے والد کا نام شمعون ہے، جو کہ ایک مصری قبطی شخص تھے، جب کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایک رومن خاتون تھیں۔" [خاندان نبوی ﷺ کے چشم وچراغ ترجمہ "ابناء النبی ﷺ" از شیخ ابراھیم محمد حسن الجمل :۷۸-۷۹]

سیّدہ ماریہؓ کی والدہ رومن تھیں اور یہ امر قطعاً غیر اہم نہیں ہے۔ کیونکہ سیاسی اعتبار سے مصر اس وقت روم کے زیرِ نگیں تھا۔ کسی برتر قوم کی عورت کا اپنے باجگزار قوم کے مرد سے نکاح یقیناً معاشرتی اعتبار سے خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ شاہِ مقوقس کے خط سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ سیّدہ ماریہ کے والدِ گرامی بھی مصر کے بااثر شخص تھے۔

۶ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے مختلف ممالک کے اربابِ اختیار کے نام اپنے مکاتیب روانہ کیے۔ شاہِ مقوقس (والیِ مصر) کے نام مکتوب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ شاہِ مقوقس نے سفیرِ رسول ﷺ کا اعزاز واکرام کیا اور بیش قیمت تحائف نبی کریم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیے۔ اس کے ساتھ ہی مشہور روایات کے مطابق دو اور ایک غیر معروف روایت کے مطابق تین معزز خواتین کو بھی بھیجا۔ انہی معزز خواتین میں سے ایک سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

www.kitabosunnat.com

سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے اپنی شرفِ زوجیت میں لیا۔ ذی الحجہ ۸ھ کو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابراہیم کی رضاعت کا شرف بنونجار سے تعلق رکھنے والے صحابی براء بن اوس کی اہلیہ ام بردہ خولہ بنت منذر کو حاصل ہوا۔ "ام بردہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم کو اپنے بیٹے کے حصہ کا دودھ پلایا کرتی تھیں اور دودھ پلا کر بچہ کو اس کی ماں کے حوالہ کر دیتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انّا (مرضعہ) کو کھجور کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک درخت عطا کیا تھا اور انہیں سات بکریاں بھی عطا کی تھیں تا کہ وہ جب بچہ کی خوراک کو پورا نہ کرسکیں تو ان کے ذریعہ کمی کو پورا کرلیں۔ام بردہ رضی اللہ عنہا بچہ کو مستقل طور پر دودھ پلانے کا انتظام نہ کرسکیں لہٰذا ان کے بعد ام سیف رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری سنبھال لی۔'' [خاندان نبوی ﷺ کے چشم وچراغ :۹۱-۹۲]

نبی کریم ﷺ اکثر اپنے صاحبزادے کو دیکھنے کے لیے ام سیف کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

علاّمہ سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امّ سیف اور امّ بردہ ایک ہی ہیں۔ یہ تاویل کچھ مستبعد نہیں، لیکن ان کے شوہر کا نام براء بن اوس بتایا جاتا ہے اور وہ ابوسیف کی کنیت کے ساتھ مشہور نہیں، امّ سیف حوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ فرطِ محبت سے وہاں جاتے، حضرت ابراہیم کو گود میں لیتے اور چومتے، امّ سیف کے شوہر لوہار تھے۔ اس لیے گھر دھویں سے بھرا رہتا تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ باوجود نظافتِ طبع گوارا فرماتے۔'' [سیرت النبی ﷺ: ۲/۲۸۰-۲۸۱]

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہ خیال درست نہیں کہ امّ سیف اور امّ بردہ ایک ہی شخصیت ہیں۔ حافظ ابنِ حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی ''الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ'' سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

امّ بردہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں حافظ نے ابوموسیٰ کا یہ قول بھی نقل فرمایا ہے کہ

" المشهور انّ التی أرضعتهٗ ام سیف و لعلهما جمیعا ارضعتاهٗ." [الاصابة فی تمیز الصحابة: ۸/۱۷۵]

''مشہور یہ ہے کہ ام سیف نے حضرت ابراہیم کی رضاعت کی تھی، شاید ان دونوں ہی نے رضاعت کی ہو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیماری نے آگھیرا تو ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پریشان ہوگئیں ''اپنی بہن سیرین کو مدد کے لیے بلایا، وہ دونوں بچہ کی دیکھ بھال اور تیمارداری کرنے لگیں، اس کے لیے دوائی تلاش کی۔ بچہ کو ''نخیل العالیہ'' لے گئے، لیکن مرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدت اختیار کرتا گیا۔ دوا اور علاج معالجہ کسی کام نہ آیا۔ اچانک انہیں بچہ کا سانس اکھڑتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ تیزی سے بچہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ کو ابراہیم رضی اللہ عنہ کی حالت کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ عبدالرحمان بن عوف کے کندھے پر سہارے لگائے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کے چہرے سے شدید غم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، پھر بچہ کی روح قفسِ عنصری سے جدا ہو گئی۔'' [خاندان نبوی ﷺ کے چشم وچراغ: ۹۳]

ام بردہ نے حضرت ابراہیم کو غسل دیا، حضور ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زیاد قبر میں اترے اور جنت البقیع میں سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے قریب جگر گوشۂ رسول ﷺ کو مدفون کیا گیا۔

''محمود فلکی نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ۲۹ شوال ۱۰ ہجری بمطابق ۲۷ جنوری ۶۳۲ عیسوی بتایا ہے، اس دن مدینہ میں مکمل طور پر سورج گرہن ہوا تھا۔'' [خاندان نبوی ﷺ کے چشم وچراغ: ۹۵]

محرم الحرام ۱۶ھ عہدِ فاروقی میں سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھایا۔ لوگوں کا ایک جمِ غفیر شریکِ جنازہ تھا۔ جنت البقیع میں مدفون کی گئیں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے متعلق محققین کے عدم اعتنا کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ مولانا سیّد حسن مثنیٰ ندوی غالباً پہلے مصنف ہیں جنہوں نے سیدہ کی ذات گرامی کو موضوعِ تحقیق بنایا۔

مولانا سیّد حسن مثنیٰ کا تعلق ہندوستان کے مشرقی صوبہ بہار کے ایک خانوادۂ علم و معرفت سے ہے۔ موصوف کے دادا بزرگوار حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی اور والد گرامی مولانا شاہ حسن پھلواروی اپنے عہد کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔

مولانا حسن مثنیٰ ۱۸ جنوری ۱۹۱۳ء کو اورنگ آباد (بہار) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پھلواری میں حاصل کی۔ ۱۹۲۸ء میں ''ندوۃ العلماء'' لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی صحافتی زندگی کا آغاز خواجہ حسن نظامی کے رسالے ''منادی'' کے مجلسِ ادارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شامل ہوکر کیا۔ ۱۹۳۶ء کو ''آل انڈیا مسلم لیگ'' میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۴۳ء کو ''مسلم لیگ کونسل'' کے رکن منتخب ہوئے۔ اسی سال بنگلور سے ہفت روزہ ''پاسبان'' کا اجراء کیا۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے کراچی میں سکونت اختیار کیا۔ ۱۹۵۵ء میں انہوں نے ادبی جریدہ ''مہر نیمروز'' جاری کیا جس نے ادبی حلقوں میں غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۶۲ء میں روزنامہ ''حریت'' سے وابستہ ہوئے جہاں ان کے لکھے گئے اداریوں نے ملک کے سیاسی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل کی۔ مولانا حسن مثنیٰ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ ان کے تحریری سرمایے میں تصنیف وتالیف بھی ہے اور تراجم بھی۔ ان کی تصانیف میں ''پاکستان مخالفین کی نظر میں''، ''چہ دلاوراست''، ''اسلام کا تصور اجتماع''، ''برصغیر کے خادمانِ سیرت''، ''خواتین قرآن'' وغیرہا شامل ہیں۔ یکم مارچ ۱۹۹۸ء کو پاکستان کے اس نامور عالم دین، بلند پایہ صحافی، صاحبِ طرز ادیب اور شعلۂ بیان مقرر کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

مولانا حسن مثنیٰ ندوی کے تحریر کردہ اس مقالے کی تدوین نو اور طباعت کا مقصد ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے حق سے امت کو آگاہ کرنا ہے اور کچھ نہیں۔ اگر ہماری یہ حقیری کاوش اللہ رب العزت کے نزدیک مرحلۂ قبولیت سے گزر گئی تو امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ آئندہ آنے والے محققین ضرور اس متساہلانہ فضا سے باہر نکل کر ام المومنین کا شرف، پہچانیں گے۔

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

۱۶ اگست ۲۰۱۰ء، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمّ المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

شاہانِ عالم کو دعوتِ اسلام

صلح حدیبیہ اور جنگِ خیبر کے بعد جب فضائے عرب ایک گونہ صاف ہوئی اور دشمنوں کی کمر ٹوٹی تو حضور ﷺ نے نجاشی شاہِ حبشہ، ہرقل شہنشاہِ روما، مقوقس والئی مصر، سردارانِ آل غسان، امیرِ یمامہ، امیر یمن، امیر بحرین اور شہنشاہ فارس وغیرہ کے نام خطوط بھیجے، فارس اور روم اُس زمانے کی دو بڑی شہنشاہیاں تھیں ایک دوسرے کی حریف اور برسرِ جنگ شہنشاہِ فارس اور اس کے زیر اثر بعض امراء نے سفیرانِ اسلام کے ساتھ بدسلوکی کی۔ امیر یمامہ اور امیر بحرین نے اسلام قبول کرلیا۔ شاہِ حبش، شہنشاہِ روم اور والئی مصر نے مکتوب کی تکریم کی اور سفراء کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئے۔

عظیم حبش سے تو روابط پہلے سے تھے مسلمان ہجرت کرکے پہلے وہیں گئے تھے اور حضرت جعفر طیارؓ نے اپنی تقریروں سے غیر معمولی اثر قائم کیا تھا۔

عظیم روم کو مکتوب اُس وقت ملا تھا جب وہ فارس کو کئی سال کی مسلسل معرکہ آرائیوں کے بعد شکست فاش دے کر فتح وکامرانی کی تقریب منانے بیت المقدس آیا تھا۔

مقوقس، عظیمِ قبط

مقوقس عظیم قبط کے پاس مکتوب نبوی لے کر حاطب ابن ابی بلتعہ لخمی گئے تھے حضور اکرم ﷺ نے حاطب ابن ابی بلتعہ کا انتخاب بھی یقیناً خاص طور پر کیا تھا۔ وہ شاہی خاندان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے فرد تھے اور شاہانِ حیرہ کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جو فارس کے زیر اثر حکمرانی کیا کرتے تھے اور فراعنۂ مصر کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ

''وہ دراصل عمالقۂ شام سے تعلق رکھتے تھے اور فرعونِ موسیٰ کے متعلق تو خاص طور پر یہ رائے ہے کہ وہ بلادِ شام کے قبیلہ لخم سے تھا۔''

اس طرح حضرت حاطب مختلف حیثیتیں رکھتے تھے۔ وہ مسیحیت سے بھی براہ راست واقف تھے۔ اس کے علاوہ روم و فارس کی سیاسی کشمکش میں ان کے گھرانے کی حیثیت شریک و سہیم کی سی رہ چکی تھی، انہوں نے مقوقس کو صرف مکتوب ہی نہیں پہنچایا بلکہ خود بھی گفتگو کی۔ وہ بہت دلچسپ ہے۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں، اسے ماضی کی یاد دلائی، فرعونِ موسیٰ کا تذکرہ کیا پھر کہا کہ

''رسول کے سب سے بڑے مخالف قریش ہیں اور سب سے بڑے دشمن یہود اور سب سے قریب نصاریٰ۔ موسیٰ نے عیسیٰ کی بشارت اُسی طرح دی تھی جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے محمد ﷺ کی بشارت دی ہے، لہٰذا ہم آپ کو قرآن کی طرف ٹھیک اُسی طرح بلاتے ہیں جس طرح آپ اہلِ تورات کو انجیل کی طرف بلاتے ہیں۔

ہم کسی کو دین مسیح سے روکتے کہاں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں۔

مقوقس نے کہا:

''ہاں میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا ہے نبوت کی ساری باتیں تو صاف نظر آتی ہیں۔ مخفی سے مخفی بات کی تہ تک پہنچنا اور عیب کی خبر دینا وغیرہ۔ بہرحال میں پھر غور کروں گا۔'' [اعلام السائلین]

حاطب کہتے ہیں کہ مقوقس نے مجھ سے یہ بھی پوچھا کہ ''اچھا بتاؤ کیا تمہارے صاحب نبی ہیں؟''

میں نے کہا: ''بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔''

اس نے کہا: ''تو پھر بات کیا ہے ان کی قوم نے شہر سے ان کو نکال دیا اور انہوں نے کوئی بددعا تک نہ کی.....''

میں نے کہا کہ ''عیسیٰ ابن مریم کو آپ مانتے ہیں کہ اللہ کے رسول تھے آخر ان کو کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا تھا کہ جب ان کی قوم نے ان کو سولی دینا چاہی انہوں نے کوئی بددعا نہ کی؟۔''

اس پر مقوقس نے کہا: ''بہت خوب، بہت خوب، تم واقعی دانشور ہو اور بڑے دانشور کے پاس سے آئے ہو۔'' [حسن المحاضرة]

حاطب کہتے ہیں کہ خط کا جواب دینے کے بعد اس نے مجھ سے کہا:

''جاؤ مگر قبطی تمہاری زبان سے ایک لفظ نہ سنیں، وہ ان کے اتباع پہ میرا کہا تو نہ مانیں گے مگر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا ملک مجھ سے چھوٹے گا اور ان علاقوں پر تمہارے صاحب کا غلبہ ہوگا۔'' [اعلام السائلین]

مقوقس کا جواب

مقوقس نے جو خط کا جواب بھیجا تھا وہ اس نے عرب کاتب سے لکھوایا تھا اور یوں تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ کے نام مقوقس عظیم قبط کی طرف سے، آپ پر سلامتی ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس میں جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے اور جس چیز کی طرف آپ (ﷺ) بلاتے ہیں، اس کو میں نے سمجھا۔

اور بیشک مجھے علم تھا کہ ایک نبی باقی ہے۔ مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے ظہور کرے گا۔

میں نے آپ کے ایلچی کا اکرام کیا ہے اور دو لڑکیاں آپ (ﷺ) کے پاس بھیجی ہیں۔ جن کا مرتبہ قبطیوں میں عظیم ہے اور کچھ کپڑے بھی ارسال کیے ہیں اور ایک خچر بھی ہدیہ کیا ہے۔ تاکہ اس پر آپ سواری کریں..... والسلام''

اس خط میں تین باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

۱۔ خط کا لب ولہجہ

۲۔ ایک آنے والے نبی کا تذکرہ

۳۔ اور ایسی دو لڑکیوں کو روانہ کرنا ''جن کا مرتبہ قبطیوں میں عظیم ہے۔''

لب ولہجہ کی یہ موانست مختلف اسباب کی بناء پر ہو سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ایک سبب تو یہ ہوسکتا ہے کہ مقوقس کو واقعی ایک نبی کا انتظار تھا۔ جیسا کہ عام طور پر اُس زمانے میں توریت وانجیل کی پیشگوئیوں کی وجہ سے ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس وقت نبیٔ منتظر کا تصور اس پر بھی غالب رہا ہو۔

☆ دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ شہنشاہِ روم نے مکتوب نبوی پاکر اہتمام واحترام کا اظہار کیا تھا۔ اس لیے مقوقس نے بھی ضروری سمجھا کہ اسی اعزاز واکرام کا اظہار وہ بھی کرے۔ جشنِ فتح میں ایلیا جاکر تمام نمائندگانِ مملکت ضرور شریک ہوئے ہوں گے اور مقوقس بھی شریک ہوا ہوگا۔ اور اگر کسی وجہ سے شریک نہ ہوسکا ہو جب بھی اسے دربارِ شاہی کا حال برابر معلوم ہوتا رہا ہوگا۔

☆ تیسرا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہرقل اور مقوقس دونوں کی رائے میں ایک ابھرتی ہوئی ملّت سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا بہرصورت بہتر تھا۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ ہرقل کے حریف شاہِ فارس نے مکتوب نبوی کے ساتھ متکبرانہ سلوک کیا تھا۔ جس کا علم دونوں کو رہا ہوگا۔ شاہ فارس کی بدسلوکی کا انداز ایسا نہ تھا کہ اس کا عام چرچا نہ ہوا ہو۔ اس زمانے میں مخبروں اور جاسوسوں کی دوڑ تیز تھی، مزید براں کئی سال پیشتر رسول اکرم ﷺ نے بزبانِ قرآن روم کی شکست اور شکست کے بعد جلد ہی پھر غالب آجانے کی پیشگوئی کی تھی۔ اس سے بھی وہ دونوں بے خبر نہ تھے۔

☆ چوتھا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکتوب نبوی میں کلمۂ مشترک یعنی توحید پر زور دیا گیا تھا اور اسے موجب قرب وجوار اتحاد ظاہر کیا گیا تھا۔ لہٰذا ان دونوں نے اس مکتوب کو دوستی اور خیرسگالی کی پیشکش قرار دیا ہو اور اس ملّت سے جس کی رفتارِ ترقی ان کی نظروں کے سامنے تھی، اپنے انداز میں دوستانہ روابط بڑھانے کی کوشش کی۔

مصر وروم کی کشمکش

دوسری شکل ایک اور قابل غور ہے کہ خود مقوقس اور ہرقل کے تعلقات باہم کیسے تھے؟

مقوقس ہرقل کا وفادار رومی افسر نہ تھا۔ بلکہ قبطی رہنما تھا اور مذہباً ''ملکانی'' نہیں تھا ''یعقوبی'' تھا۔ یا کم از کم ''اندرونی طور پر'' یعقوبی تھا۔ اور ہرقل کی سیاست کی پوری خبر رکھتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اس صورت میں اس کے لب ولہجہ، تاثرات اور تحائف کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ اہلِ مصر مسیحی تو ضرور تھے۔ لیکن ان میں اور رومیوں میں عقائد کا سنگین اختلاف تھا۔ وہ اہل روما کے جبر وتشدد سے بیزار تھے۔ دس سال پہلے جب اہل فارس نے روم کو شکست دی تھی اور مصر سے نکالا تھا تو اہل فارس کا شاندار خیر مقدم کیا تھا پھر چند سال بعد جب رومی دوبارہ مصر پر قابض ہوئے تو انہوں نے اہل مصر پر انتقامی انداز سے ظلم ڈھائے۔ یہ سارے واقعات تازہ تھے قدرۃً ان کی آنکھیں کسی تیسری قوت کی تلاش میں ہوں گی۔ ایسی قوت کی جو مذہب دشمن نہ ہو اور جو رومیوں کے پنجہ استبداد سے کسی طرح ان کو نجات دلوا دے۔ یہ ان کی فطری طلب تھی۔ اس لیے مقوقس کا یہ جملہ کہ

''مجھے تو گمان تھا کہ آنے والا نبی زمینِ شام سے ظہور کرے گا۔''

اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ یہ رسول عربی ﷺ کی نبوت کی تردید نہیں ہے۔ اس کے علاوہ سرزمین شام کی یاد بھی بڑی اہم ہے۔ کیونکہ قدیم شاہانِ مصر عمالقہ شام ہی سے تھے اور ان بادشاہوں کی یاد کے ساتھ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی یاد بھی وابستہ ہے۔ جن کا نہ صرف مصر سے گہرا رشتہ تھا بلکہ خود رسول عربی ﷺ ان کی اولاد میں سے تھے۔ تاہم مقوقس کے خط کی عبارت بڑی محتاط قسم کی ہے اور سیاسی پختگی کی غماز۔

غیر معمولی تحائف

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں تحائف تو دوسرے بادشاہوں نے بھی مختلف مواقع پر بھیجے تھے۔ لیکن مقوقس کے تحائف کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے۔ خط میں تو دو عظیم المرتبہ قبطی لڑکیوں کی روانگی اور مصری کپڑوں اور سواری کے خچر کا بھیجنا مختصراً درج ہے، لیکن تاریخ وسیر میں تحائف کی جو لمبی فہرست محفوظ ہے اور ان کی آمد کا جو تزک واحتشام نظر آتا ہے۔ اس کو معمولی انداز کی دوستی اور خیر سگالی کا سرسری عمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مقوقس نے حاطب کے قافلے کو رخصت بھی اس اہتمام سے کیا کہ اپنا خصوصی دستہ ان کی حفاظت کے لیے ساتھ بھیجا۔ خود حاطب کو سو دینار اور پانچ جوڑے الگ دیئے۔ مصر سے ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ماریہ قبطیہ بنت شمعون آئیں، سیرین آئیں، قیصرا اور بریرہ ''دو کالی لڑکیاں'' آئیں۔ اور مابور نامی ایک ''کالا غلام'' آیا۔ اور جانوروں میں ایک سرخ خچر آیا جس کا نام دلدل رکھا گیا۔ ایک گھوڑا آیا جس کا نام میمون تھا ایک سرخ گدھا آیا جس کا نام یعفور تھا۔ اس کے علاوہ ایک صندوق جس میں سرمہ سلائی، آئینہ، کنگھا، تیل کی شیشی، قینچی اور مسواک تھی۔ ایک مٹکا علاقۂ بنہا کا مشہور شہد بھی، ایک ہزار مثقال سونا بھی۔ بیس تھان قباطی مصر بھی، عود، مشک اور عطریات بھی، نیز ایک پیالۂ ہلّورین۔ یہ تھا ساز وسامان۔

ہرقل کا ردِّ عمل

اس قافلے اور عظیم الشان تحائف کی خبر بہر حال شہنشاہ روم کو بھی پہنچنی تھی سو پہنچی اور اس کا اثر اس پر وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ وہ تلملا اٹھا اس نے مقوقس پر الزام عائد کیا کہ

''یہ مائل بہ اسلام ہوگیا ہے۔''

اور یہ الزام رکھ کر قبطیوں کی قیادت سے اسے معزول کر دیا۔[ابن خلدون]

بٹلر نے عمرو بن عاص کے وقت کے معاہدۂ اسکندریہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''مقوقس ہرقل کی موت کے بعد پھر اپنی جگہ مسندِ اقتدار پر واپس آ گیا تھا۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرقل اور مقوقس کے اندازِ فکر میں بڑا فرق تھا اور دونوں کا دماغ بھی اپنے اپنے انداز سے علیحدہ سیاسی نقشہ بنانے میں مصروف تھا۔

ہرقل نے بڑی محنت اور قربانی کے بعد مصر کو اہل فارس سے چھینا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ تو ہاتھوں سے چلا۔ تحائف سے بھی زیادہ دو عظیم المرتبہ قبطی لڑکیوں کی روانگی۔ اہمیت رکھتی تھی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ یہ وہ آخری اقدام ہے جس کے بعد پھر اور کوئی قدم باقی نہیں رہ جاتا.....

قوموں اور سلطنتوں کے مابین یا صوبوں اور قبائل کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کے لیے یا باہمی اختلافات وخطرات کو دور کرنے کے لیے یا ایک دوسرے کی مدد سے اپنی اخلاقی و مادّی قوت کو بڑھا کر مستقبل کا خاطر خواہ نقشہ مرتب کرنے کے لیے انسانی ذہن نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماضی میں جتنے نسخے ایجاد کیے ہیں ان میں سب سے زیادہ مؤثر اور کارگر نسخہ رشتہ داری وقرابت ہی کا قیام ہے۔ قدیم زمانے کے واقعات تو الگ رہے۔ عہد قریب میں جو کچھ ہو چکا تھا وہ سامنے آ گیا۔ اسے خود اپنے گھر کی بات یاد آ گئی کہ

''نوشیرواں کے پوتے خسرو پرویز کو جب بہرام گور نے شکست دی اور وہ دجلہ عبور کر کے حدودِ روم میں پہنچا تو شاہ موریق نے اسی طرح اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ بیش قیمت تحفے تحائف اس کے پاس بھیجے اور اپنی بیٹی ''ماریہ'' کو بھی اس کی زوجیت میں دے کر روانہ کر دیا۔ اور پھر بہرام کے مقابلے میں فوجی امداد بھی اس کو دی اور یوں کسریٰ دوبارہ اپنے تخت پر پہنچا.....۔'' [طبری، بٹلر]

یہ رشتہ مسیحیوں اور مجوسیوں کی باہمی عداوت کو کم کرنے میں بھی بڑا مددگار ثابت ہوا تھا۔

''سکندر اعظم جب اپنی فونیشین مہم پر تھا تو دارا نے اسی طرح اس کو خط لکھا اور مصالحت کی تحریک کی اور دریائے فرات کے تمام مغربی علاقوں کے ساتھ اپنی لڑکی بھی سکندر کی زوجیت میں پیش کی۔ یہ دوسری بات ہے کہ سکندر اعظم نے اپنی فوجی قوت اور نقشۂ جنگ کے پیش نظر اس پیشکش کو اپنے کمانڈر پرمینین کے اصرار کے باوجود ٹھکرا دیا اور جواب میں لکھا کہ ''تم اپنے مقبوضات کا ایک ٹکڑا پیش کر رہے ہو حالانکہ میں مالک الکل ہوں۔ رہا تمہاری لڑکی سے شادی کرنا۔ تو اگر میرا جی چاہا تو میں خود کر لوں گا۔ چاہے تم اس کی رضامندی دو یا نہ دو۔ بالآخر جنگ ہوئی سکندر نے فتح پائی اور مال متاع کے ساتھ دارا کی لڑکی بھی گرفتار ہو کر آئی۔ اس کے بعد سکندر جب ہندوستان سے واپسی کے بعد PALACE CITY OF SUSA پہنچا تو وہاں اس نے دارا کی لڑکی کے ساتھ شادی کی اور جشن منایا.....'' [اسمتھ]

خود رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اسے علم تھا کہ

''دومۃ جندل کی طرف جب فوجی دستہ آپ ﷺ نے بھیجا اور عبدالرحمٰن بن عوف کو کمان سونپی تو یہ نصیحت بھی کی تھی کہ اطاعت کر لیں تو دومہ کے امیر کی لڑکی سے شادی کر لینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حضرا بن ضمضم دومہ کا امیر تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی لڑکی تماضر بنت اصبغ پہلی کلبیہ خاتون تھی جس سے ایک قریش نے شادی کی ۔‘‘

[طبری]

اسے علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود یکے بعد دیگرے مختلف سرداران قبائل سے رشتہ ازدواج قائم کیا۔ ان کی لڑکیوں سے شادی کی ۔ سردار بنی مصطلق کی بیٹی جویریہ بنت الحارث سے اور سردار بنی نضیر کی بیٹی صفیہ بنت حئی بن اخطب سے اور سب سے بڑے مخالف سردار قریش کی بیٹی رملہ بنت ابی سفیان بن حرب (عمرو بن امیہ الضمری اور ابو رافع قبطی کو حبشہ بھیج کر) شادی کی اور یہ شادی شاہِ حبشہ نجاشی کے زیر اہتمام ہوئی ۔ جس کا گردو پیش کے علاقوں میں چرچا تھا۔ حبشہ کی تو ایسی دوستی مسلمانوں سے تھی کہ اس نے رملہ بنت ابی سفیان کی تقریب شادی ایک تو اپنے اہتمام سے انجام دی۔ پھر شادی کے بعد انہیں مدینے روانہ کیا۔ ہرقل کو یہ بھی معلوم تھا کہ اہل حبشہ بھی روم کی سرکاری مسیحیت سے الگ تھے اور اہل مصر بھی الگ تھے۔

اس لیے اس واقعہ پر ہرقل کا پیچ و تاب غلط نہ تھا اور دانشمندی اسی میں تھی کہ مقوقس پر مائل بہ اسلام ہو جانے کا الزام لگایا جائے۔ مشہور کیا جائے کہ وہ اپنے دین سے پھر گیا۔ ورنہ دوسری اور کوئی بات اس سلسلے میں کہی جاتی تو خطرہ تھا کہ سارے قبطی بھڑک اٹھتے اور صورت حال قابو سے باہر ہو جاتی، چنانچہ اس نے یہی کیا اور اسے برطرف کر دیا۔

مقوقس کے اس مکتوب اور تحفے تحائف کا تذکرہ تاریخ میں محفوظ تو ہے لیکن راز کی اُن تمام باتوں کو تاریخ قلمبند نہ کر سکی جو رسول اللہ ﷺ کے ایلچی حاطب سے مقوقس نے زبانی کی ہوں گی ۔ یا رسول اللہ ﷺ کے ایلچی نے مصر سے واپس آ کر خود رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہوں گی ۔ اُن کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا اور کیسے ملتا جب کہ مقوقس نے ان سے یہ کہا تھا کہ

’’جاؤ مگر قبطی تمہاری زبان سے ایک لفظ نہ سنیں ۔‘‘

قافلۂ ماریہ کا استقبال

یہ تو صاف رازداری کی ہدایت تھی، پھر کوئی بات آخر منظر عام پر کیسے آتی ۔ لوگوں کے سامنے تو صرف اتنا ہی ہے کہ ایک چھوٹا سا قافلہ گیا اور ایک بڑا قافلہ واپس آیا اور ماریہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آئیں جن کے ساتھ اتنے لوگ تھے، اتنا سامان تھا اور پھر وہ منظر ان کے سامنے تھا کہ کس طرح حضور ﷺ نے اس قافلے کا استقبال کیا۔ اور کس طرح ماریہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ام سلیم بنت ملحان کے گھر میں اتارا۔

اُمّ سلیم حضرت انسؓ کی والدہ تھیں اور ان کی سگی بہن ام حرام بنت ملحان (جو رضاعت کے رشتہ سے حضور ﷺ کی خالہ ہوتی تھیں) حضرت عبادہ بن الصامت کی بیوی تھیں۔ حضرت عبادہ جلیل القدر صحابی اور انصارِ مدینہ کے بڑے سرداروں میں سے تھے اور حضرت معاذ بن جبل، ابی بن کعب، ابو ایوبؓ انصاری اور ابو درداء (رضی اللہ عنہم) جیسے اکابر کی صف کے بزرگ تھے۔ انصار کے اس قبیلہ بنی نجار میں حضور کی ننھیال تھی۔ ام سلیم اور ام حرام اس قبیلے کی محترم اور بزرگ خواتین تھیں۔ ایک قول حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حارثہ بن نعمان نضیع بن زید نجاری کے گھر میں اتارا تھا۔ یہ حارثہ وہی ہیں جنہوں نے ہجرت کے وقت ازواج اور دوسرے مہاجرین کے لیے اپنی زمینیں اور کئی مکانات ہبہ کر دیئے تھے اور جب ضرورت پڑتی تھی کوئی نہ کوئی مکان پیش کر دیتے تھے۔ انہوں نے یقیناً اپنا گھر پیش کیا ہوگا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ

''ماریہ ہماری پڑوسن اور سوکن تھیں اور حضور ﷺ ان کے یہاں صبح شام جایا کرتے تھے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دنوں بعد وہ ازواج مطہرات کے حجروں میں یا اس کے قریب ہی کسی مکان میں آ گئی تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ان کے مرتبے کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

خاص حضرت ماریہؓ نے جو باتیں مصر کی بابت حضور ﷺ سے کی ہوں گی ان کی تو اور بھی خبر کسی کو نہ ہوئی ہوگی۔ یا ہوئی ہوگی تو اوروں کے سامنے اس کا اظہار کسی نے نہیں کیا۔ حضرت ماریہؓ نے خدا معلوم کتنی باتیں کہی ہوں گی۔ روما اور فارس کی پیہم کشاکش کبھی اس کا تسلط کبھی اس کا قبضہ، خود رومیوں اور قبطیوں کے شدید مذہبی اختلافات اور ان حالات میں قوم و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملک کی پریشانیاں قبطیوں کی داستان مصائب اور بیزاری۔

اس زمانے میں دور دراز کا سفر تنہا نہیں ہوتا تھا۔ مختصر ہی سہی ایک قافلے کی صورت ضرور ہوتی تھی۔ لیکن مؤرخ جب بھی بیان کرتا ہے۔ صرف قافلہ سالار کا نام لیتا ہے اور وفود میں بالعموم یہی ہوتا ہے۔ سو حضرت حاطب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ورنہ ثبوت اس کا بھی موجود ہے کہ ان کے ساتھ حیرا القبطی مولیٰ ابی رُہم الغفاری بھی گئے تھے۔ اسی طرح کچھ لوگ اور بھی ضرور گئے ہوں گے۔ لیکن نام صرف حاطب کا لیا گیا۔ مگر جب مصر سے واپس ہوئے تو اس قافلے کی نوعیت بدل چکی تھی۔ اب ان کے نام کے ساتھ بلکہ ان کے نام سے بھی زیادہ حضرت ماریہ کا نام نمایاں تھا۔ جس سے خصوصیت کے ساتھ ان کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ ان کے ساتھ اور بھی لوگ تھے۔ سیرین تھیں، قیصرا اور بریرہ (کالی لڑکیاں تھیں) اور موبور (کالا غلام) تھا اور یعقوب القبطی بھی آئے تھے۔ صبح الاعشیٰ نے یہ عبارت لکھی ہے کہ

''یعقوب القبطی حضرت ماریہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایلچی بن کر آئے تھے۔''

اور ''اسد الغابہ'' کی عبارت یہ ہے کہ

''صالح القرضلی بھی مصر سے مدینہ تک حضرت ماریہؓ کے ساتھ آئے تھے۔''

ظاہر ہے کہ یہ تمام لوگ اور یہ سارا ساز وسامان جوان کے ساتھ تھا۔ ایک ہی مکان میں سب اتارے نہ جا سکتے تھے۔ قرینہ یہی ہے کہ مختلف گھروں میں اتارے گئے ہونگے۔

مشربۂ اُمّ ابراہیم

کچھ عرصہ بعد حضرت ماریہ کے لیے بالائی مدینہ میں جسے عالیہ یا عوالی کہتے ہیں۔ رہائش کا انتظام کیا گیا۔ یہ مدینہ سے تین سے چار میل پر نجد کی طرف پھیلی ہوئی آبادی تھی۔ یہاں ایک چھوٹا سا باغ تھا جسے نخیل کہتے تھے۔ اس میں ایک چھوٹا سا بالا خانہ تھا حضرت ماریہ کا قیام مستقل طور پر نہیں رہا۔ یہ جگہ آج بھی مشربہ ام ابراہیم کے نام سے باقی ہے۔ یہاں ایک مسجد ماریہ بھی ہے جہاں رسول اللہ ﷺ و حضرت ماریہؓ نے نمازیں پڑھی ہیں۔ سب متفق ہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت ماریہؓ بہت اچھی اور بڑی دیندار خاتون تھیں۔ وہ گوری چٹی تھیں۔ حضرت عائشہؓ ان کے خوبصورت بال جعد مشکیں بے حد پسند تھے۔ ۸ ہجری میں جب ان کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو حضور ﷺ نے لڑکے کا نام ابراہیم رکھا۔ یہ وہی نام تھا جس سے مصر کے حکمران قدیم کا رشتہ اور رابطہ تھا۔

حضرت ماریہ حفن کی رہنے والی تھیں۔ حفن صعیدِ مصر کے علاقے انصنا میں واقع تھا۔ علاقہ صعید میں منف، انصنا، حفن ان قدیم شہروں میں سے ہیں جو قدیم مصری روایات اور تہذیب کے مرکز رہے ہیں۔ دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر انصنا اور حفن تھے اور غربی پر منف آباد تھا۔ دونوں قدیم ترین ہیں۔ حفن شہر انصنا کا حصہ تھا۔ یہ شہر انصنا سرسبز باغوں اور چمنستان کا گلدستہ تھا، غالباً اسی لیے حضور ﷺ نے نخیل میں ان کی رہائش کا انتظام فرمایا۔

عربوں کا فخر بالآباء

عربوں کے قدیم معاشرے میں حسب نسب اور فخر بالآباء اور ہڈی کا خیال بہت زیادہ تھا۔ یہ بات ان کے دل و دماغ پر اس شدت سے مسلط تھی کہ ان کی لڑکیاں اپنے جنونِ عشق میں بھی اس کو فراموش نہ کرتی تھیں اور یہ ان کا بڑا وصف سمجھا جاتا تھا۔ عمر بن ربیعہ کا یہ شعر اگرچہ بعد کے دور کا ہے۔ لیکن اس تصور کی ترجمانی اس میں موجود ہے۔

وحسانا جواریا خضراتٍ
حافظاتٍ عند الهوى الاحسابا

''وہ خوبصورت لڑکیاں اور سرسبز و شاداب جوانیاں جو معاشقے کے وقت بھی حسب نسب کی حفاظت سے غافل نہیں رہتیں۔''

آنکھیں تو لڑاتی تھیں مگر ہر ایک سے نہیں۔ تو پھر وہ ہر کس و ناکس کو شادی کے لیے کہاں پسند کر سکتی تھیں۔ نہ وہی کر سکتی تھیں نہ ان کے گھر والے اور قبیلے والے۔ دنیا میں عرب اپنے آپ کو سب سے برتر سمجھتے تھے۔ باقی سب ان کے سامنے ہیچ تھے۔ خود اپنی سرزمین کے بعض قبائل کو بھی وہ کم رتبہ تصور کرتے تھے اور اس پر بڑی سختی سے قائم تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شادی بیاہ کے طریقے

اسلام سے پہلے عربوں کے یہاں شادی بیاہ کے مختلف طریقے رائج تھے۔ جو علاقوں کے اختلافات، اجتماعی احوال اور اقتصادی تقاضوں کے مطابق بدلتے رہتے تھے۔ خدن، مُبعد، بدل، شغار، بعولہ، وغیرہ وغیرہ مختلف اصطلاحیں۔ انہی طریقوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں ....[تاریخ العرب قبل الاسلام جلد ۵، صفحہ ۲۵۳]

شادی بیاہ کے سلسلے میں کچھ قیدیں بھی تھیں۔

(۱) بعض قبیلوں میں یہ تھا کہ ان کے مرد صرف اپنے ہی قبیلے کی لڑکیوں سے شادی کر سکتے تھے۔

(۲) بعض قبیلوں میں اس کے برعکس یہ اجازت نہ تھی کہ ان کے مرد اپنے یہاں کی لڑکیوں سے شادی کریں۔ ان کو دوسرے قبائل کی لڑکیاں لانی پڑتی تھیں۔

(۳) ان کے علاوہ ایسے قبائل بھی تھے، جن کے یہاں ایسی کوئی پابندی نہ تھی۔ وہ اپنے یہاں کی لڑکیوں سے بھی شادی کر سکتے تھے اور دوسرے قبیلوں کی لڑکیاں بھی لا سکتے تھے۔ [اسمته: ٦٠]

• زمانۂ جاہلیت میں ''زواجِ بعولہ'' کا عام رواج تھا اور ظہور اسلام کے وقت تمام جزیرۃ العرب میں یہی طریقہ عام تھا۔ اس زواج کی بموجب ایک مرد، عورت کا خاوند (بعل) قرار پاتا تھا۔ اور عورت اس کی حمایت رعایت اور حفاظت میں آجاتی تھی۔ [تاریخ العرب قبل الاسلام: ۲٥٦]

زواجِ بعولہ اس منظم شادی کا نام تھا، جس میں عائلی زندگی ترتیب پاتی ہے، اور والدین واولاد کے حقوق و واجبات متعین ہوتے ہیں۔ اسلام نے اسی طریقے کو باقی رکھا۔ [البدایة والنهایة: ١/ ١٠٤]

ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر چھاپہ مار کر بزور بازو اس سے لڑکیوں کو چھین لاتا تھا اور ادائے مہر کے بغیر لڑکیاں بیویاں بنالی جاتی تھیں، لیکن اس طرح اسیر ہو کر ان لڑکیوں کا آنا نہ خود ان کے لیے باعثِ ننگ سمجھا جاتا تھا نہ ان کی اولاد کے لیے باعث عار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[تاریخ العرب قبل الاسلام :٥/ ٢٦٨،اسمتة: ٧٦]

زواجِ بعولہ اور زواجِ اغتصابی، دونوں کی حیثیت قانونی تھیں۔ چھاپہ مار کر لڑکی چھین لانے کا یہ طریقہ صرف عربوں ہی میں نہیں دوسری قوموں میں بھی تھا، برعظیم میں برات کی فوجی تنظیمی صورت اور اس موقع کی بے شمار رسمیں اسی طریقہ کی یادگار ہیں۔ پرتھوی راج اسی طرح راجہ قنوج کی لڑکی کو بزور بازو چھین کر لے گیا تھا۔

شادی کا باقاعدہ پیام دینا گفت وشنید کرنا اور اس کے بعد عقد نکاح کی تقریب کا انجام دینا جیسے آج دنیا میں رائج ہے۔عربوں میں موجود تھا، ان کے یہاں پیام مختصر سے مختصر بھی ہوتا تھا۔مثلاً پیام دینے والا لڑکی کے گھر جاتا اور صرف اتنا کہتا کہ

''پیام ہے (خطب)۔''

اور لڑکی والے جواب میں کہہ دیتے کہ

''نکاح منظور!'' (نکح)

تو بات پوری ہو جاتی۔عربی زبان میں اس مختصر ترین تقریب کی ایک مثل ام خارجہ نامی ایک عرب خاتون کے نام سے آج تک مشہور ہے

"اصرع من نكاح امّ خارجه."

یعنی چٹ منگنی پٹ بیاہ۔کیونکہ ام خارجہ کا نکاح اسی طرح دو لفظوں میں آنا فانا ہوا تھا۔

[تاج العروس: ٢٣٧/١ ،والمحبر:٣٩٨، الميداني: ٣٥٦/١ ،تاريخ العرب : ٥/ ٢٦٧]

زمانہ جاہلیت میں ایسے زواج بعولہ کو جس میں مہر کا کوئی تذکرہ نہ ہو عرب عام طور پر قبول نہ کرتے تھے۔مہر اُن کے نزدیک عزت وشرافت کی ایک علامت بھی تھا اور اس بات کی دلیل بھی کہ عورت آزاد اور کامل الحقوق ہے۔[تاریخ العرب ٥/ ٢٦٨]

زمانہ جاہلیت میں ایک چیز "صداق" بھی تھی جو عروس کو دیتے تھے اور ایک چیز مہر ہوتی تھی جو عروس کے والدین کو دیتے تھے۔ اور زواجِ بعولہ میں صداق اور مہر دونوں کا دینا بہت ضروری تھا۔ مگر زواجِ اختصابی میں کوئی مہر نہ ہوتا تھا۔[اسمتہ: ٧٦]

عرب میں جنگیں بہت ہوتی تھیں اور ان جنگوں میں جب مغلوب قبیلے کے مردوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کو وہ گرفتار کرتے تھے، تو ان کو غلام اور لونڈی بنا لیتے تھے۔ شعراء جاہلی کے کلام میں:

"العبد، العبد، العبدان، اور الامہ، الاماء، الاموان اور السّبا وغیرہ الفاظ موجود ہیں۔"

وہ ان قیدیوں سے ہر کام لیتے تھے اور جب جی چاہتا تھا دوسروں کے ہاتھ فروخت بھی کر دیتے تھے روم و فارس میں اور مصر و حبش میں بلکہ ساری دنیا میں غلاموں اور باندیوں کا ایک مستقل طبقہ بڑے پیمانے پر موجود تھا، مکہ میں بھی اور دوسرے شہروں میں بھی خاصی بڑی تعداد مملوکین کی آباد تھی، احرار اور عبید کی اصطلاح سے دو طبقے یہاں بھی تھے، حُر وہ تھا جو آزاد و خود مختار اور اپنا مالک آپ ہو، احرار و عبید کے علاوہ ایک طبقہ اور بھی پیدا ہو گیا تھا۔ جو نہ تو احرار میں تھا اور نہ عبید میں بلکہ محکومین میں تھا۔ پیہم جنگ و پیکار نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ دوسرے قبائل اس پر مسلط ہو گئے تھے، اس کی معاشی حالت بہت گر گئی تھی، وہ کسان تھا یا اہل حرفہ۔ وہ لوہار، بڑھئی اور راج مزدور وغیرہ کے کام کرتا تھا۔ احرار اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے ہر قسم کے کام لیتے تھے۔ اور لونڈیوں پر ہر قسم کے تصرف کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ یہ بھی ہوتا تھا کہ ان لونڈیوں سے اگر ان کے بچے پیدا ہو جاتے تو ان لونڈیوں سے شادی کر لیتے تھے۔ مگر یہ بچے پیدائشی غلام ہوتے البتہ ان بچوں میں سے کوئی اگر نجابت کا حامل نکلتا تو اس کو اپنے نسب میں شامل کر لیتے۔ ورنہ وہ غلام ہی باقی رہتا۔ جیسے عنترہ عبسی کہ ایک لونڈی کے بطن سے تھا۔ مگر بعد میں اس کا الحاق نسب ہو گیا۔

www.kitabosunnat.com

رسوم جاہلیہ کی اصلاح

عروہ ابن زبیر حضرت عائشہ سے ایک لمبی حدیث روایت کرتے ہیں۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح (عورت اور مرد کے جنسی تعلقات) کے چار طریقے تھے اور پھر کہا ہے کہ

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو انہوں نے زمانۂ جاہلیت کے تمام طریقوں کو ختم کر دیا بجز اُس طریقہ نکاح کے جو آج لوگوں میں رائج ہے۔" [جامع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاصول اللجزری: ۱۲/۱۳۷، البخاری، ابوداؤد]

اور وہ طریقہ بھی اصلاح کے بعد اس صورت میں آیا ہے زمانہ جاہلیت کی طرح اسلام نے مہر کو عروس کے والدین کا حق و مِلک قرار نہیں دیا، اُسے بیوی کا حق قرار دیا، بیوی کی مستقل حیثیت کا اور اس کے حقوق کا تعین کیا۔ ایمان وعقائد، اخلاق واعمال، معاش ومعاد ہر پہلو سے ان کی فکر و نگاہ کا تزکیہ وتنقیہ کیا، وحدانیت ان کے ذہن نشین کرائی، وحدت انسانی کا تصور دماغوں میں بٹھایا، فخر بالآباء کے طلسم کو توڑا، اعلان کیا کہ

www.kitabosunnat.com

''تمام انسان برابر ہیں۔''

تمام عورت مرد برابر ہیں، تمام انسان ایک آدم وحوا کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ حسب ونسب یا قومیت ووطنیت یا رنگ روپ اور زبان کی بنیاد پر کسی کے برتر اور کمتر ہونے کا خیال سرے سے غلط ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی تفوق حاصل نہیں مکرم ومعظم صرف وہ ہے جو صاحب تقویٰ وصاحب کردار ہو، تمام مرد اور تمام عورتیں ایک ہی خدا کے بندے اور باندیاں ہیں کوئی انسان کسی انسان کا غلام نہیں ہے۔

اسلام نے جہاں دوسرے بے شمار رسوم جاہلیہ کی تنسیخ یا اصلاح کی۔ وہاں غلام بنانے اور لونڈیاں رکھنے کے اس دستور کو بھی ختم کیا، جو صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں وبا کی طرح عام تھا اور سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں غلاموں اور لونڈیوں کی ایک مستقل نسل دوسرے انسانوں سے الگ کردی گئی تھی۔ جس کی زندگی کا انحصار شرفاء کی تسکین، خدمت گزاری اور منفعت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ غلامی کو یک قلم اور اچانک منسوخ کر کے اجتماعی زندگی کو درہم برہم تو نہ کیا لیکن تدریجی انقلاب کی ایک مستحکم بنیاد رکھ دی، جس کی اہمیت کو ماہرین معاشیات اور ماہرین علم المعاشرہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے سامنے مثالیں موجود ہیں کہ جب امریکہ اور دوسری جگہوں میں اچانک تمام غلاموں کو آزاد کیا گیا تھا۔ تو کیسی ابتری پھیلی تھی۔ آزاد شدہ غلاموں کی روزی کے تمام سہارے یک لخت ختم ہو گئے۔ وہ ادھر سے اُدھر بھٹکتے پھرے اور آخر تنگ آ کر پھر اپنے مالکوں کے پاس آ گئے کہ ہمیں پھر سے غلام بنالو۔ اسلام نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدریج کو راہ دی اور ذہن وفکر کو پاک صاف کیا۔ حکم دیا کہ کوئی شخص اپنے غلام اور باندیوں کو عبدی (میرا بندہ وغلام) اور اَمَتی (میری باندی اور لونڈی) ہرگز نہ کہے۔ بلکہ فتای (میرا لڑا) فتاۃ (میری لڑکی) کہہ کر مخاطب کرے عملاً تمام غلاموں اور لونڈیوں کو گھرانے کا فرد بنا دیا۔ حقوق وفرائض اور ورثے تک میں حصہ دار قرار دے دیا اور آزاد کرنے کی راہیں نکالیں۔ ان کی شادی بیاہ کا حکم دیا۔ یہ بھی کہا کہ چاہے تم دوسرے سے شادی کرا دو چاہے خود کرلو مگر شادی ضرور ہونی چاہیے اور غلاموں کو آزاد کرانے کی ایسی زبردست تحریک چلا دی کہ تنہا عبدالرحمن بن عوفؓ نے تیس ہزار غلام آزاد کیے، مسلمانوں پر زکوۃ فرض ہوئی۔ اس کی وصولی اور صرفے کی آٹھ مدیں وضاحت کے ساتھ قرآن مجید نے متعین کیں۔ تو ان آٹھ خصوصی مدوں میں ایک اہم مد فک رقبہ (گردن چھڑانے اور غلامی کو ختم کروانے) کی بھی رکھی گئی۔ وصولی زکوۃ حکومت کی ذمہ داری ٹھہری۔ اس لیے ان آٹھ مصارف کی نگرانی اور انتظام بھی حکومت ہی کا ایک واضح فریضہ قرار پایا۔ حضور اکرم ﷺ کو قرآن مجید نے مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ اور اسوہ حسنہ قرار دیا اور حضور ﷺ کا عملی نمونہ یہ ہے کہ وہ اپنی مکی زندگی ہی سے جب کہ ابھی بہت سے قوانین واصول، قوانین واصول کی صورت میں نہ آئے تھے اور لازمی نہ ہوئے تھے اس مسئلہ کی طرف خصوصیت سے متوجہ تھے۔ پہلے حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے غلام آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ پھر اس متبنیٰ سے اپنی پھپھیری بہن زینب کی شادی کر دی۔ یہ غلام و آقا کو ایک سطح پر لانے کی ایسی حیرت انگیز مثال تھی کہ سارا شہر حیران رہ گیا اور پھر سخت چراغ پا ہوا۔ مگر حضور ﷺ نے کسی اور سے تو نہیں کہا تھا چپ چاپ اپنے گھرانے سے ابتدا کی تھی۔

اولین مسلمانوں میں خاصی بڑی تعداد غلاموں کی تھی۔ ان کو بھی آزاد کروایا۔ جیسے جیسے اصحاب ثروت اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے یہ تحریک بھی بڑھتی گئی۔ جنگیں شروع ہوئیں تو خود اسلام کے ہاتھوں میں عورت مرد قید ہو کر آئے تو یہ احکام نافذ ہوئے کہ

''ان کو احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لیکر اما منا بعدُ واماً فداء۔''

اور خاص طور پر عورتوں کے بارے میں حضور ﷺ نے یہ عملی نمونہ پیش کیا کہ اتنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگیں ہوئیں اتنی زیادہ گرفتاریاں ہوئیں اس قدر لڑکیاں قید ہو کر آئیں۔ لیکن حضور ﷺ نے ایک کو بھی لونڈی بنا کر نہیں رکھا۔ بلکہ قرآن نے یہ کہا کہ

''یہ کچھ اچھا نہیں کہ نبیؐ کے قبضہ میں سرے سے قیدی رہیں۔''

حضور ﷺ نے سب کو آزاد کر دیا اور بعض ایسی لڑکیوں سے جو گرفتار ہو کر آئیں باقاعدہ شادی کر لی اور اس طرح ایک اور مثال قائم کر کے ان کی پیدائشی حریت کو مزید مستحکم کیا اور اس عمل نے کتنوں کو آزاد کروا دیا۔

مورخین کی بے احتیاطی

سب کا اتفاق ہے کہ حضرت بلال حبشیؓ کو حضرت ابوبکرؓ نے ان کے مالک سے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور آزاد ہو چکنے کے بعد ان میں اور کسی دوسرے مردِ حر میں کوئی فرق باقی نہ تھا۔ بڑے بڑے مردانِ حُر تک ''سیدنا بلال'' کہہ کر فخر محسوس کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود مؤرخین و مصنفین کی قدیم سے یہ عادت ہے کہ وہ جب بھی قلم اٹھاتے ہیں ان کو غلام ہی لکھتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عبید و اماء (بندوں اور باندیوں) کے عنوان سے ایک لمبی فہرست بھی تاریخ و سیر کی کتابوں میں آپ کو بے تکلف ملے گی۔ حالانکہ عبید و اماء کی اصطلاح کو حضور ﷺ نے سخت ناپسند کیا تھا اور ممنوع فرمایا تھا۔ خود عبید کی جگہ خَوَل کا لفظ استعمال کیا تھا۔ کہاں دونوں لفظوں میں جو فرق ہے اس کو اہل عرب ہی سمجھ سکتے تھے اور سمجھے ورنہ غیر عرب تو عبید اور خول دونوں کے معنے غلام ہی سمجھے گا اور لکھے گا بھی۔

لیکن ابی بلال جیسے امام ادب و لغت نے بتایا ہے کہ خَوَل سے خدمت کرنے والے، مشقت اٹھانے والے لوگ مراد ہیں، عبد کی طرح یہ لفظ مِلک کا مقتضی نہیں اسی لیے عبداللہ کی جگہ خَوَل اللہ نہیں کہہ سکتے۔ [الفروق اللغویه لابی بلال العسکری: ۱۸۳]

عبد اور خَوَل کی یہ وضاحت یقیناً لوگوں کے ذہن میں موجود ہوگی اور اسے موجود ہونا چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود کیسی عجیب بات ہے کہ مصنفین و مؤرخین نے عبید و اماء کی اصطلاح ان لوگوں کے لیے استعمال کر لی ہے۔ جن پر اس کا اطلاق کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ زمانۂ جاہلیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جو مفہوم اس کا سمجھا جاتا تھا۔ اس کا ادنیٰ شائبہ بھی ان لوگوں کی شخصیتوں میں نہیں پایا جاتا تھا۔ مگر عبید واماء کے تحت ان کا تذکرہ دیکھ لیجئے۔ اس فہرست میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے سلمانؓ فارسی کا بھی، حضرت انسؓ کا نام بھی ہے، اور ابورافع کا بھی، حضرت ماریہ قبطیہؓ اور حضرت ریحانہؓ کا بھی اور حضور اکرم ﷺ کی انا (حاضنۃ الرسول) کا بھی۔ یقیناً رسول اکرم ﷺ کی غلامی باعث صد فخر و افتخار ہے۔ لیکن کیا اس طرح کھلی عدول حکمی کر کے؟..... ہم اسے اضطراری انداز بیان بھی نہیں کہہ سکتے۔

اونچ نیچ کا زہر

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان لوگوں نے حضرت ابوسفیانؓ کو جاتے ہوئے دیکھا اور کچھ ایسی ہی بات دیکھی ہوگی کہ ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا:

''ابھی تلوار نے اس دشمن خدا کی گردن پر پورا قبضہ نہیں پایا ہے۔''

یہ بات حضرت ابوبکرؓ کے کان میں پڑی تو انہوں نے ٹوکا کہ

''ہیں! سردار قریش کی شان میں اور ایسے الفاظ! یہ کہہ کر وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں چلے گئے اور وہاں پہنچ کر یہ واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے سنا تو فرمایا۔ ابوبکرؓ کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا؟ اگر ان کو ناراض کیا تو خدا کو ناراض کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ پلٹے اور واپس آ کر، حضرت سلمانؓ اور حضرت بلالؓ سے کہا، میرے بھائی کہیں آپ لوگ مجھ سے ناراض تو نہیں ہو گئے؟ ان لوگوں نے کہا نہیں، خدا آپ کو معاف کرے۔'' [مسلم]

یہ واقعہ ایک اضطراری لغزش کی مثال ہے اونچ نیچ کا زہر چاروں طرف پھیلا ہوا تھا اور اس کے اثرات عرب وعجم میں اپنا کام پوری قوت سے کر رہے تھے اس کے خلاف مستقل جہاد جاری رکھنے کے لیے ہی اس امت کو وجود میں لایا گیا تھا اور اس قسم کے تصورات کے خلاف اس کا جہاد برابر جاری تھا اور اسے مستعدی کے ساتھ جاری رہنا تھا۔ قرآن نے راتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رات انقلاب برپا کر دینے کے بجائے تدریجی تعمیر انسانی کی راہ دکھائی تھی۔ اس لیے حیرت انگیز بات یہ نہیں ہے کہ کوئی لغزش ہوگئی۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس لغزش کو محسوس نہ کیا جاتا اور پھر اسی کو دہرایا جاتا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اپنی اسی لغزش پر بڑی ندامت تھی۔ احساسِ ندامت انسان کی عظمت کی دلیل ہے اس کے لیے صاف ستھرے ضمیر اور تربیت یافتہ مزاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر یہی لغزش ہٹ دھرمی اور تعصب بن جاتی ہے اور گمراہ کن ثابت ہوتی ہے حضرت ابوبکرؓ نے جس بے خیالی میں ایک بات کہہ دی تھی اس بات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہی انہوں نے پلٹ کر اسی سادگی سے معافی چاہ لی۔ لیکن جن لوگوں کے ذہنوں پر ابوسفیان کی سرداری یا قریش کی برتری یا عربی عصبیت کا اثر گہرا ہوگا۔ ان کی صبح و شام کی گفتگو اگر حضور اکرم ﷺ کے گوش مبارک تک پہنچی ہو تو ان کی بروقت اصلاح کیونکر ہوئی ہوگی۔

حضرت ابوبکرؓ کا یہ جملہ جو پیغمبرانہ اصلاح و انتباہ کے ساتھ ہم تک پہنچا، یہ درحقیقت اس پورے عربی ذہن پر ایک تبصرہ ہے، تنقید ہے جس نے حضرت ماریہؓ، حضرت ریحانہؓ، حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ کی نسبت دانستہ یا نادانستہ تصور پیدا کیا کہ وہ خالص قریشی اور عرب خواتین کے مقابلے میں کمتر ہیں اور بعد میں جب عربیت و عجمیت کا تصادم پھر شروع ہوا تو بعض زبانوں پر یہ نام بھی مدارج و مراتب کی تفریق کے ساتھ آنے لگے۔ اس بات کو ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس عہد سعید میں سب نیک نہاد ہی نہ تھے، اس بڑی آبادی میں مسلمان بھی تھے، یہودی بھی تھے۔ نصاریٰ بھی تھے اور منافقین بھی دانستہ شر پھیلانے والے افسانہ طراز و فتنہ پرداز بھی تھے اور ایسے لوگ بھی جن کے ہاتھوں نادانستہ شر کو تقویت پہونچ جاتی تھی، محدثین اور آئمہ رجال نے ان میں سے بیشتر کو بڑی مہارت فن کے ساتھ بے نقاب کیا ہے یہ صرف مؤرخ و مصنف نہ تھے بڑے محقق تھے جن کے قلم نے حقائق کے چہروں سے نہ جانے کتنے پردے اٹھا دیئے ہیں پھر بھی یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ وہ انسان تھے۔

تین نمونے

(۱) بہرحال ابوجعفر طبری کا یہ بیان دیکھئے اس نے لکھا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں جب وظائف کا رجسٹر مرتب کیا ان تمام خواتینِ نبوی (نساء النبی) کو بجز اُن خواتین کے جن پر ملک جاری ہوا دس دس ہزار درہم دیئے اس پر خواتین نبوی ﷺ نے کہا کہ حضور ﷺ ہمیں ایسی کوئی ترجیح وفضیلت اپنی تقسیم میں ان پر نہیں دیتے تھے لہٰذا ہمارے درمیان یہ برابری قائم رکھیے تو حضرت عمر نے ویسا ہی کیا البتہ حضرت عائشہ کو دو ہزار فاضل دیئے کہ رسول اللہ کو ان سے محبت زیادہ تھی مگر حضرت عائشہ نے (فاضل) نہ لیا۔'' [طبری: ۱۶۳/۴]

طبری نے ازواج النبی ﷺ لکھنے سے عمداً پرہیز کیا ہے، کیونکہ آگے اس کو مَن جری علیہا الملک (وہ خواتین نبوی ﷺ جن پر ملک جاری ہوا) لکھنا تھا، حیرت ہے کہ یہ جملہ طبری نے یا اس کے راوی نے کہاں سے لیا اور کس مفہوم میں لیا اور کن کن پر اسے منطبق کرنا چاہا، یہ سوال فطرتاً پیدا ہوگا کہ وہ خواتین کون کون تھیں کیا صفیہؓ اور جویریہؓ؟۔ لیکن اسی بیان سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ تمام ازواج النبی ﷺ بشمول حضرت عائشہؓ اس تفریق کے خلاف تھیں۔ ان میں باہم مساویانہ روابطِ محبت تھے، انھوں نے اصرار کیا کہ ان کی مساوات قائم رکھی جائے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو ہزار فاضل دیئے گئے۔ تو اس خصوصیت وامتیاز کو انہوں نے قبول نہ کیا۔

یہ زمانہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا ہے ۱۵ھ ہجری سے ۲۰ھ ہجری کے دوران میں یہی رجسٹر مرتب کیا گیا تھا یعقوبی نے ۲۰ھ ہجری کا وقعہ بتایا ہے۔

(۲) اسی واقعہ کو ابوعبید نے کتاب الاموال، ص ۲۲۵ میں اس طرح درج کیا ہے کہ

''حضرت عمرؓ نے جب رجسٹر مرتب کروائے تو ازواج النبی ﷺ کے لیے جن سے نکاح ہوا تھا بارہ بارہ ہزار درہم مقرر کیے اور صفیہؓ وجویریہؓ کے لیے چھ چھ ہزار اس لیے کہ یہ دونوں جنگوں میں بطور غنیمت رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئی تھیں۔''

طبری کے برخلاف یہاں ''نساء النبی'' کی جگہ ''ازواج النبی'' لکھا ہے اور جن سے نکاح ہوا تھا، کہہ کر یہ تاثر قائم کیا گیا ہے کہ جیسے کچھ ازواج ایسی بھی تھیں جن سے نکاح نہیں ہوا تھا؟ یہ انداز خصوصی توجہ چاہتا ہے، یہ عبارت سادہ مزاج لوگوں کے لیے سخت گمراہ کن ہے، حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفیہؓ، حضرت جویریہؓ کا واضح طور پر اس بیان میں نام لیا گیا ہے اور یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ سے حضور ﷺ نے نکاح کیا تھا اور وہ امہات المومنین میں ہیں۔

(۳) اسی کتاب الاموال کے صفحہ ۲۲۵ کے حاشیے پر دیکھیے تو یہاں یہ واقعہ ایک اور طرح مذکور ہے کہ امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں بیان کیا ہے:

''سیدنا عمرؓ نے تمام ازواج النبیؐ کے لیے بارہ بارہ ہزار درہم مقرر کیے بجز صفیہؓ اور جویریہؓ کے ان دونوں کے لیے چھ چھ ہزار مقرر کیے تو ان دونوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر حضرت عمرؓ نے کہا، میں نے ان سب کے لیے بارہ بارہ ہزار ان کی ہجرت کے پیش نظر مقرر کیے ہیں۔ مگر ان دونوں نے کہا کہ نہیں آپ نے یہ فرق اس لیے کیا ہے کہ آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ان کا مرتبہ بڑا تھا۔ اس بات کو حضرت عمر نے محسوس کیا تو ان دونوں صفیہؓ اور جویریہؓ کے لیے بھی بارہ بارہ ہزار مقرر کیے۔''

''کتاب الاموال'' اور ''کتاب الخراج'' دونوں نے بیان واقعہ کے ساتھ جو توجیہہ الگ الگ پیش کی ہے وہ اپنی شرح آپ ہے لیکن اس قابل ہرگز نہیں کہ اس کو نظر انداز کیا جائے۔

غیر محسوس اثرات

رسول اکرم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جو قبائل زکوۃ جیسے اہم اور واضح مسئلے پر الجھاؤ پیدا کر کے بغاوت کر سکتے تھے یا جو لوگ اسلام کی مادّی قوت سے مرعوب ہو کر دبے ہوئے تھے اور اب سرکشی و طغیان کا موقع ان کو ملا تھا کم از کم ان کے بارے میں تو کوئی شبہہ نہیں کہ ان کا ذہن پوری طرح صاف نہیں ہوا تھا۔ کوئی تیرہ لاکھ مربع میل کے اس وسیع ملک کی پھیلی ہوئی آبادی میں جہاں بے شمار افراد کی تطہیر ذہنی و فکری ہو چکی تھی یا سرے سے نہیں ہوئی تھی، ان میں بے شمار وہ بھی تھے جو یہودی اور مسیحی گھرانوں سے اسلام کے دائرے میں آئے تھے جو کچھ وہ اپنے مسیحی اور یہودی ماحول میں روز و شب سنتے آئے تھے ان کے غیر محسوس اثرات کا باقی رہ جانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے، پھر روم و ایران سے مسلمانوں کا پے بہ پے تصادم اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقوں کے لوگوں کا اسلام کے دائرے میں آنا جن میں یہودی بھی تھے اور مسیحی بھی اور مجوسی بھی؛ عقائد وایمان کے معاملے میں کتنے ہی پختہ رہے ہوں، رسم ورواج اور روزمرہ کی باتوں میں ان کی فکر میں انقلاب کیسے آسکتا تھا، جو باتیں اُن کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہوں گی، وہ تو رفتہ رفتہ ختم ہوسکتی تھیں، فکر ونظر کا مسئلہ بیحد نازک ہے اس میں معمولی سے معمولی بات بھی اسی طرح بڑے سے بڑے نتائج کی موجب ہوجاتی ہے جس طرح ریاضیات میں ایک نقطے کا فرق پورے خط کی رفتار بدل دیتا ہے۔ بنیادی عقائد میں قرآن نے کسی مفاہمت کی گنجائش اسی لیے گوارا نہیں کی اور نہ یہی پسند کیا کہ معاشرۂ انسانی کی تعمیر جدید میں کسی دوسرے نظام القوانین سے لین دین کا کوئی معاملہ رکھا جائے وہ اس مسئلے میں بہت سخت ہے ان لوگوں کی باہم گفتگو ہوتی ہوگی، وہ ایک دوسرے کے خیالات کو غیر محسوس طور پر اخذ کرتے ہوں گے، بحثیں ہوتی ہوں گی توجیہیں اور تعبیریں بھی ہوتی ہوں گی، پھر یہ وہی زمانہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے روم وایران کے مقابلے میں ''عصبیتِ عربیہ'' کو سیاسی مصالح کے پیش نظر ابھارا تھا یہی زمانہ ہے کہ رومی عورتوں سے رشتۂ مناکحت قائم کرنے کی انھوں نے عام ممانعت کی تھی، جس پر کچھ لوگوں نے ان سے پوچھا بھی کہ کیا یہ ممانعت اس لیے ہے کہ ان سے نکاح کرنا حرام ہے یا کسی اور بنا پر روکا جارہا ہے، تو حضرت عمر کو یہ وضاحت کرنی پڑی تھی کہ حرام تو نہیں لیکن مصلحت کا یہی تقاضہ ہے، پھر وہی زمانہ ہے کہ خود عربوں میں تقسیم وظائف کے لحاظ سے انھوں نے وہ مساوات ختم کردی، جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں تھی اور درجات قائم کیے۔ اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو ان کی مستحکم حکومت اور زبردست شخصیت کی وجہ سے تو صحیح رخ پر رہیں اور سودمند ثابت ہوئی، لیکن بعد میں جب نظامِ حکومت کمزور ہوا حالات بدلے اور خاندانوں اور قبیلوں کی عصبیت نے راہ پائی تو انھیں سے نئے شگوفے پھوٹنے شروع ہوگئے۔

عصبیتوں کا شکار

عبدالملک کا زمانہ عصبیتوں کے شباب کا ہے اور عبدالملک کون ہے؟ جو اپنے زمانے کے ممتاز اہل علم، محدثین وفقہا میں شمار کیا جاتا ہے جس سے توقع اس کی تھی کہ اوروں کے ذہن و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فکر کی تطہیر کرے گا، مگر وہ خود کس حال میں ہے، اس کا ایک منظر دیکھنے میں جتنا دلچسپ ہے اتنا ہی دردناک بھی۔ وہ سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر اور قبیصہ بن ذویب کا معاصر ہے۔ وہ عبداللہ بن زبیر کا معاصر اور حریف ہے۔ اس نے عبداللہ بن زبیر پر لشکر کشی کی اور مکہ پر آگ برسا کر اپنے حریف کو شہید کیا اور سولی پر چڑھایا۔ یہ امام زین العابدینؒ کا معاصر ہے، جس نے اس بات پر ان کو تیز و تند مراسلہ بھیجا کہ انھوں نے اپنے ایک غلام کو آزاد کر کے اپنی صاحبزادی سے اس کی شادی کر دی تھی اور ایک جاریہ کو آزاد کر کے اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا تھا، یہ خبرِ عقد دمشق میں جب عبدالملک کو ملی تو آگ بگولہ ہو گیا، اس نے خط لکھا اور خاندانی شرافت و نجابت کا تذکرہ کر کے اس نکاح پر سخت طنز و طعن کیا، جس کے جواب میں امام زین العابدینؒ نے لکھا تھا:

''یقیناً تم لوگوں کے لیے بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ہے، حضور ﷺ نے صفیہؓ بنت حُیی کو آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی، اسی طرح زید بن حارثہ کو آزاد کیا اور ان سے اپنی پھپھیری بہن زینبؓ بنت جحش کی شادی کر دی۔'' [ابن سعد: ۱۵۶]

عبدالملک کے علاوہ تختِ حکومت پر کوئی اور ہوتا تو یہ بات حیرت انگیز نہ ہوتی لیکن یہ عبدالملک تھا جس کے علم و فضل کے تذکرے کتابوں میں بھرے پڑے ہیں بایں ہمہ علم و فضل دیکھیے کہ اس شخص کے ذہن و فکر کا عالم کیا ہے۔ یہ زہری کا بھی معاصر ہے بلکہ قبیصہ بن ذویب کی طرح زہری بھی اس کے دربار سے وابستہ تھے، حدیثوں کا بڑا ذخیرہ زہری کا مرتب کردہ ہے، زہری جب معاشی تنگی سے پریشان ہو کر مدینہ سے نکلے اور دمشق پہنچے تو ان کا اپنا بیان ہے کہ

''میں جامع مسجد میں جا کر ایک حلقۂ درس میں بیٹھ گیا اتنے میں ایک بھاری بھرکم آدمی داخل ہوا جس کو دیکھ کر لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اس کا خیر مقدم ہوا اور جب وہ آ کر بیٹھا تو اس نے کہا کہ ''آج امیر المومنین عبدالملک کے پاس ایک خط آیا ہے اور وہ اس کی وجہ سے ایسی الجھن میں گرفتار ہیں کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔''

''اُمّ ولد'' کا مسئلہ درپیش ہے''..... یہ قبیصہ بن ذویب تھے عبدالملک کے معتمد، مسجد میں اس لیے آئے تھے کہ شاید اس حدیث کی کہیں سے تصدیق ہو جو خلیفہ کے ذہن میں تھی، زہری کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں نے کہا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس کے متعلق میرے پاس کافی معلومات ہیں، یہ سُن کر قبیصہ خوش ہوئے اور اُسی وقت مجھ کو عبدالملک کے پاس لے گئے اور خلیفہ کو خوشخبری سنائی کہ لیجئے جس چیز کی آپ کو تلاش تھی مِل گئی۔''

پھر تو زہری کی بڑی خاطر مدارات ہوئی، ان کو جاگیر بھی مِلی وہ خلفائے بنی امیہ میں بے حد مقبول رہے انھوں نے چھ حکمرانوں کا دور دیکھا اور سب سے ان کے روابط خوشگوار رہے قبیصہ خود بڑے وسیع النظر اہل علم تھے ان کے پاس حدیثوں کا بڑا ذخیرہ تھا لیکن تعجب ہے کہ عبدالملک کی تائید کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

اُنہی زہری سے ایک دفعہ عبدالملک نے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ مختلف شہروں میں آج کل بڑے بڑے عالم جو مرجعِ انام ہوں۔ کون کون ہیں؟ زہری نے کہا جی ہاں، پوچھئے کس کس شہر کے امامِ وقت کا نام لوں:

عبدالملک: تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟

زہری: مکہ معظمہ سے۔

عبدالملک: مکہ میں کس شخص کو چھوڑ کر آئے ہو جو اس وقت وہاں کا سب سے بڑا عالم اور پیشوا ہے۔

زہری: عطاء بن ابی رباح کو،

عبدالملک: عرب ہیں؟ یا موالی؟

زہری: موالی سے۔

عبدالملک: آخر کیا چیز ہے جس نے ان کو یہ مقام عطا کیا ہے؟

زہری: دین نے اور حدیثوں کی روایت نے۔

عبدالملک: ٹھیک ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہی ہیں کہ آدمی کو پیشوائی عطا کر دیں، یہ بتاؤ یمن میں آج کل امامِ وقت کون ہے؟

زہری: طاؤس بن کیسان۔

عبدلملک: عرب ہیں یا موالی سے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زہری: موالی سے۔

عبدالملک: اس شخص کو یہ برتری کس چیز نے دی؟

زہری: انھیں چیزوں نے جن کی وجہ سے عطاء نے سربلندی پائی۔

عبدلملک: اچھا مصر کے متعلق بتاؤ وہاں کون ہے؟

زہری: یزید بن ابی حبیب۔

عبدالملک: عرب ہیں یا یہ بھی موالی ہی میں سے ہیں؟

زہری: یہ بھی موالی میں سے ہیں۔

عبدالملک: اور شام میں؟

زہری: مکحول۔

عبدالملک: عرب یا موالی؟

زہری: موالی ہی سے یہ بھی ہیں، غلام تھے، قبیلہ بنی ہزیل کی ایک خاتون نے ان کو آزاد کیا تھا۔

عبدالملک: اور جزیرہ (دجلہ فرات کے درمیانی علاقے) میں؟

زہری: میمون بن مہران۔

عبدالملک: موالی یا عرب؟

زہری: موالی۔

عبدالملک: خراسان کا بڑا عالم؟

زہری: ضحاک بن مزاحم۔

عبدالملک: موالی یا عرب؟

زہری: موالی۔

عبدالملک: اور بصرے میں؟

زہری: حسن بن ابی الحسن (خواجہ حسن بصری)۔

عبدالملک: موالی؟

زہری: موالی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالملک: ویلک (برا ہو تیرا) آخر کوفہ میں کوئی ہے؟

زہری: ابراہیم النخعی۔

عبدالملک: یہ موالی؟ یا عربی النسل؟

زہری: یہ عربی النسل ہیں۔

عبدالملک: افوہ! زہری اب جا کر تم نے ایک بات سنائی جس سے غم کا بادل میرے دل کے اوپر سے کچھ ہٹا۔

بعض روایتوں میں یہ ہے اس نے کہا کہ یہ آخری جواب اگر تم نہ سناتے تو قریب تھا کہ میرا کلیجہ پھٹ جاتا، اس کے بعد عبدالملک نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''یہ موالی، یہ غیر عرب مسلمان، عربوں کے سردار اور پیشوا بن کے رہیں گے، یہ ایک دن ہو کے رہے گا کہ منبر کے اوپر ایک موالی بیٹھا خطبہ دے رہا ہوگا اور عرب منبر کے نیچے بیٹھے ہوں گے۔''

عبدالملک انتہائی غیظ و غضب میں تھا وہ اور بھی اسی قسم کی باتیں کرتا رہا تو زہری نے کہا:

''امیر المومنین یہ تو اللہ کی مرضی اور اس کا دین ہے جو بھی اس کا علم حاصل کرے گا وہ پیشوا بن جائے گا اور جو اس علم سے بے اعتنائی برتے گا وہ گر جائے گا۔'' [معرفتہ علوم الحدیث للحاکم: ۱۹۸، مقدمہ ابن صلاح، تدریب الراوی للسیوطی، فتح المغیث للسخاوی وغیرہ]

مسموم ذہن و فکر

علم النفس کا یہ فیصلہ اگر درست ہے کہ گفتگو پردہ در ہوتی ہے تو اس مکالمے سے عبدالملک کا ذہن و فکر بھی یقیناً بے نقاب ہو جاتا ہے کہ عربیت کتنی شدت سے اس پر چھائی ہوئی تھی۔ عربیت ہی نہیں، شدید قسم کی نسل پرستی۔ یہی سبب تھا کہ عبدالملک نے امام زین العابدین کو وہ خط لکھ کر طنز کیا تھا جس کا تذکرہ اوپر گزرا، ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔

یہ کیفیت تنہا عبدالملک کی نہ تھی اس سے پہلے بعینہ اسی قسم کا واقعہ خود امام حسنؓ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہو چکا تھا یہ زمانہ حضرت معاویہؓ کا تھا۔ امام حسینؓ نے اپنی ایک جاریہ کو آزاد کیا اور اس سے شادی کر لی تو حضرت معاویہؓ نے ان کو خط لکھا کہ

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے اپنے ہمسر اور کفوٴ کے لوگوں یعنی قریش کو چھوڑ کر اپنی جاریہ سے شادی کر لی حالانکہ اولاد کے لیے ہم قریش ہی کو بہتر سمجھتے ہیں اور انھیں کی مصاہرت کو باعث عزت تصور کرتے ہیں، لیکن آپ نے نہ تو اپنی طرف نظر کی، نہ اپنی اولاد کی پاکیزگی کا خیال کیا۔''

یہ خط پا کر امام حسینؓ نے جو جواب ان کو دیا وہ اس دور پر ایک مستقل تبصرہ ہے انھوں نے لکھا کہ

''آپ کا خط ملا آپ نے مجھے شرم دلائی ہے کہ میں نے اپنی جاریہ سے شادی کر لی اور قریش کو چھوڑ دیا جو میرے کفوٴ تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ تو کسی شرف کی انتہا ہے نہ کسی نسب کی آخری حد، میری ایک مِلک یمین تھی، وہ میرے ہی حکم سے میرے ہاتھوں آزاد ہوئی اور اپنے اِس عمل کے ذریعے میں نے حصولِ ثواب کی فکر کی، پھر میں نے اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق اسے لوٹا لیا اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے ہر خساست کو صاف اور ہر نقص کو ہم لوگوں سے دور کر دیا ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان پر بجز مواقعِ گناہ کے، کوئی ملامت نہ ہونی چاہئے۔ یہ ملامت تو جاہلیت کی ہے۔'' [العقد الفرید:۲۲۹/۳]

حضرت معاویہؓ اور امام حسینؓ کا زمانہ بہت دور کا نہیں ہے لیکن حالت کیا ہو گئی تھی، اسی سے ظاہر ہے اس خط میں کفوٴ اور غیر کفوٴ، قریش اور غیر قریش اور شرف و نسب کی گفتگو کے علاوہ سب سے اہم بات ''مِلک یمین'' کا تذکرہ ہے، اہل بیت نبوی ﷺ میں جاریہ، مولاۃ اور مِلک یمین کے بارے میں کیا تصور تھا اور اس پر کیا عمل تھا، اس پر بھی اچھی روشنی پڑتی ہے۔ اس خط میں یہ بھی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کے قابلِ ملامت طور طریق سے بالکل جدا ایک چیز تھی جس کی راہ اسلام نے دکھائی ہے۔

اس فضا میں حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ریحانہؓ اور حضرت ماریہؓ کو جو قریش سے نہیں تھیں ہمسر و ہم مرتبہ کون گردانتا؟ پھر ان میں تین تو وہ تھیں جو جنگ میں اسیر ہو کر آئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھیں، اسیر ہو کر آنے والی لونڈی سمجھی جاتی تھی۔ ان کو بھی یہی سمجھا گیا۔ حالانکہ یہ سردارانِ قبائل کی لڑکیاں تھیں۔ جن کو حضور اکرم ﷺ نے قید میں نہیں رکھا۔ قید سے آزاد کر دیا اور پھر آزاد خواتین کی حیثیت سے خود ان کی مرضی لے کر حبالۂ عقد میں لے لیا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اگرچہ کسی جنگ میں اسیر ہو کر نہیں آئیں ایک آزاد اور غیر محارب ملک سے آئیں، مگر وہ بھی نہ خاندان قریش سے تھیں نہ سرزمین عرب کی۔ وہ مصر کی تھیں اور قبطی تھیں۔ ان کو بھی ہمسر و ہم رتبہ کس طرح سمجھا جاتا اور پھر وہ آئیں بھی تو ایسے زمانہ میں جب کہ ایک طرف یہودی آتش اندر لعل تھے دوسری طرف اہلِ مکہ چراغ پا۔ دونوں کا زور ٹوٹ چکا تھا، دونوں شکست کھا چکے تھے، دونوں اپنی ناکامیوں پر جھنجھلائے ہوئے تھے ان کا کام برا بھلا کہنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ یہودی پہلے ہی سے بنی اسمٰعیل کو لونڈی کی اولاد کہہ کہہ کر ان کی تضحیک کرتے رہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسحٰق تھے اور ایک بیٹے اسمٰعیل، اسحٰق بیوی سے تھے اور اسمٰعیل لونڈی سے ''سارا'' ان کی بیوی اور ''ہاجرہ'' ان کی لونڈی، اور تاریخ و روایات کے انداز میں یہ بات یہودیوں نے اس قدر اور اتنے عرصے تک کہی تھی کہ خود عرب بھی اس کو حقیقت سمجھنے لگے تھے اور نہ سمجھتے تو کیا کرتے دوسرا اور ذریعۂ علم ان کے پاس کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک قسم کے احساس کمتری نے ان کو شدید اظہار برتری کے مرض میں مبتلا کر رکھا تھا۔ مسیحی بھی بیشتر مخالفت میں اور کمتر نادانستگی میں یہودیوں کے پروپیگنڈے کے تحت یہی تصور رکھتے تھے کہ عرب ''غلامانِ سارا'' ہیں۔ وہ عربوں کو ''سارا قینوس'' (سرلیسنس) کہتے تھے عرب میں بھی اور بیرون عرب بھی اور حضرت ''ہاجرہ'' اور ان کے صاحب زادے اسمٰعیل پر طنز کرتے تھے۔ مسعودی لکھتا ہے کہ

''رومی تو اِس وقت بھی عربوں کو سارا قینوس (سرلیسنس) ہی کہتے ہیں۔'' [التنبیہ والاشراف: ۱۴۳]

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ''ہاجرہ'' لونڈی نہ تھیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی طرح بیوی تھیں جس طرح حضرت ''سارا'' تھیں۔ فرق اتنا تھا کہ حضرت سارا پہلی تھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اُس زمانے کے رواج کے مطابق پہلی بیوی ربتہ البیت (گھر کی مالک) سمجھی جاتی تھی، سو یہ حیثیت حضرت سارا کو ہی حاصل تھی، ورنہ خود یہودی مفسرینِ توریت کی وضاحت موجود ہے کہ حضرت ''ہاجرہ'' فرعونِ مصر کی بیٹی تھیں، اُس نے اپنی بیٹی سے یہ کہا تھا کہ کسی دوسرے گھر میں ملکہ بن کے رہنے سے بہتر ہے کہ تو اس گھر میں لونڈی بن کر رہے۔ اس سے اگر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لونڈی تھیں تو یہ نتیجہ بھی اسی سے نکلتا ہے کہ وہ شہزادی تھیں۔ یہ فرعون مصر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا ایک فرد تھا عمالقۂ شام ہی کے رہنے والے تھے جو مصر پر حکمراں ہو گئے تھے اور یہ رشتہ اُس نے قبائل اور علاقوں کے باہمی روابط کو مستحکم کرنے کے لیے کیا تھا۔

یہودیوں کی زبانِ طنز

حضرت ماریہؓ جب مصر سے آئیں اور یہ ۷ ہجری کا زمانہ تھا تو یہودیوں کو زبانِ طنز دراز کرنے کا ایک نیا موقع ملا انھوں نے پروپیگنڈا کیا کہ ''لو ایک لونڈی مصر سے اور آئی'' اور جب حضور ﷺ نے مسلمانوں سے یہ کہا کہ ''میں تم کو اہل مصر کے حق میں بھلائی اور حسن سلوک کی تلقین کرتا ہوں کہ ان سے نسب اور مصاہرت کا رشتہ ہے۔'' (اور جیسا کہ اس حدیث کی وضاحت میں مسعودی سے منقول ہے کہ نسب سے مراد ''ہاجرہ'' زوجۂ حضرت ابراہیم خلیل اللہ و امّ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں اور صہر سے مراد ''ماریہ قبطیہ ام ولد النبی ﷺ'' ہیں۔ جن کو مقوقس نے بھیجا تھا [النجوم الزاھرہ: ۳۳]۔ تو ان فرمودات نبوی ﷺ کو سن کر تو یہود و نصاریٰ پر اور بھی سخت ردعمل ہوا، انھوں نے حضرت ماریہؓ کے بارے میں بھی طرح طرح کی باتیں کہیں اور پھر دونوں کو ایک طرح لونڈی مشہور کیا۔ مصر کے ساتھ نسب و مصاہرت ہونے کا تذکرہ یہودیوں کے تصورات پر ایک ضرب کاری سے کم نہ تھا۔ یہودی فطرۃً اس پر اور زیادہ جھنجھلائے ہوں گے اور اس جھنجھلاہٹ میں ان کے لب و لہجہ کی جو کیفیت رہی ہوگی اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس سے پہلے وہ حضور اکرم ﷺ کی متعدد شادیوں پر بھی بہت کچھ کہہ چکے تھے عمر مولیٰ غفرہ کی روایت میں درج ہے کہ یہودیوں نے جب یہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے متعدد شادیاں کیں تو انھوں نے کہنا شروع کیا کہ ذرا دیکھنا اس شخص کو نہ تو کھانے سے آسودہ ہوتا ہے اور نہ

" محکم دلائل-سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدا کی قسم عورت کے سوا اور کسی طرف اس کا میلان ہے کثرت ازدواج پر یہودی حسد کرتے تھے اور عیب لگاتے تھے اور یوں کہتے تھے۔ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو عورتوں کی طرف اس کا میلان نہ ہوتا۔ ایسی باتیں سب سے زیادہ حُیی بن اخطب کہا کرتا تھا تو اللہ نے ان لوگوں کی تکذیب کی اور اپنے اس فضل اور وسعتِ کرم کی خبر دی۔ جو اپنے نبی پر اس نے کی ہے اور کہا کہ ﴿ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [سورۃ النساء:٥٤] اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ لوگوں کو دیا ہے اس پر وہ حسد کرتے ہیں (لوگوں) سے یہاں مراد حضور ﷺ ہیں۔ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب بھی دی، حکمت بھی دی اور ملک عظیم بھی دیا، جیسا کہ خدا نے سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو دیا جن کی ایک ہزار عورتیں تھیں سات سو آزاد اور تین سو سُرّیہ، اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک سو عورتیں تھیں جن میں ایک حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ''اوریا'' تھیں جن سے ''ابتلا'' کے بعد شادی کی تھی تو یہ تو اس سے کہیں زیادہ ہیں جو محمد ﷺ کے لیے ہیں۔[ابن سعد، جلد ٤]

ابنِ سعد کی اس روایت میں حُیی بن اخطب کا تذکرہ بتاتا ہے کہ اپنی بنی قریظہ اور بنی قینقاع کی جنگ سے پہلے کی یہ گفتگو ہے حُیی بن اخطب اس کے بعد مارا جا چکا تھا۔ اس کے علاوہ یہ روایت جہاں یہودیوں کے ذہن وفکر اور لب ولہجہ کی ترجمان ہے وہیں خود اس کی بھی غماز ہے کہ جس طرح حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کے بارے میں یہودی روایات کی بنا پر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ان کی بیویاں بھی تھیں اور لونڈیاں بھی تھیں اور سینکڑوں کی تعداد میں تھیں اسی طرح کچھ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے حضور اکرم ﷺ کے پاس بھی ازواج اور لونڈیاں ہیں یا ہونی چاہئیں۔ یہ اثرات یہودی روایات کے تھے۔ یہودیوں کو اعتراضات کثرتِ ازواج پر نہ تھے وہ تو حضور ﷺ کی تنقیص کے بہانے ڈھونڈتے تھے اسی لیے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وہ یہاں تک اعتراض کرتے تھے کہ ''یہ آخر کیسا نبی ہے کہ بازاروں میں آتا جاتا ہے'' اور پھر اس پر بھی اعتراض کرتے تھے کہ ''یہ عجیب نبی ہے کہ لوگوں کو حوائج ضروری کے طریقے بھی بتاتا ہے'' اگر اس قسم کے اعتراضات کی فہرست مرتب کی جائے تو یہ خود ایک بڑا مضمون ہو جائے اور یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باتیں وہ بار بار کہتے تھے بار بار جو بات کہی جاتی ہے یا تو وہ جوں کی توں ذہن میں بیٹھ جاتی ہے یا اگر سننے والا اپنی جگہ مستحکم فکر وخیال کا مالک ہو تب بھی اس کا کچھ نہ کچھ اثر رہ ہی جاتا ہے نفسیات پر نظر رکھنے والے اس کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں آج بھی پروپیگنڈے کے فن کی بنیاد اسی نفسیاتی نکتے پر ہے اور یہودی ہمیشہ سے ذہین اور حق کو توڑنے مروڑنے کے ماہر اور پروپیگنڈے کے بادشاہ رہے ہیں، ان کی پھیلائی ہوئی مکذوبات اور مزخرافات، اتہام وبہتان اور قصے کہانیاں بے شمار ہیں کچھ نے دانستہ ان کو آگے بڑھایا کچھ نے نادانستہ اپنی سادگی سے دہرایا جن کو بعد میں اہل نقد ونظر نے اسرائیلیات کے نام سے یا موضوعات کے عنوان سے موٹی موٹی کتابوں میں جمع کر دیا ہے اور کتنی ایسی بھی ہیں جو صحیح ذخیروں میں گھل مل گئی ہیں، جن کو چھانٹنے اور پرکھنے کے اصول وقواعد محدثین اور ائمہ رجال نے مرتب کیے اور اہلِ نظر ان کی چھان بین کرتے رہے۔

اصولِ استیلاد (۱)

بنوامیہ کا اقتدار قائم ہوا تو جہاں عربیت کا زور بڑھا وہیں عربیت کے اندر خاندان اور قبیلے کی قوت بڑھانے قلت تعداد کو دور کرنے اور اپنی جماعت کو مستحکم کرنے کی ضرورت بھی محسوس کی جانے لگی، ساتھ ہی رومی، ایرانی اور قبطی قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا جن میں بے شمار عورتیں بھی آئیں رومی حکومت سے تعلقات قائم ہوئے، لین دین شروع ہوا اس کے طور طریق اور رسم ورواج سامنے آئے تو مختلف اسباب ومحرکات نے کام کیا اور لوگوں نے کثرت سے لونڈیاں رکھنی شروع کر دیں پھر تو یہ عالم ہو گیا کہ اسی اسی اور سو سو عورتیں لوگوں نے گھر میں ڈال لیں، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے بیویاں چار تھیں مگر چھہتر (۷۶) مزید تھیں۔ [کتاب المعارف: ۱۰۰، آغانی: ۱۴۱/۱۴]

جن لوگوں کو حکومت وسیاست میں حصہ لینا تھا اور اپنی قابلِ اعتماد قوت پیدا کرنی تھی

---

(۱) اصولِ استیلاد سے مراد غلبہ وقوت کے حصول کے لیے افرادِ خاندان یا زیرِ اثر افراد کی تعداد میں اضافہ کرنا، جس کے ذریعے اپنی معاشرتی حیثیت کو مستحکم کیا جا سکے۔ (تنزیل)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے عہد جاہلیت کے اصولِ استیلاد کو از سرِ نو تازہ کیا۔ جس طرح آج غذائی قلت اور معاشی تنگی وغیرہ کی بنیاد پر کہیں ضبطِ تولید کی تحریک چلتی ہے اور کہیں سیاسی برتری کے لیے عددی قوت میں اضافے کے لیے استیلاد پر زور دیا جاتا ہے اسی طرح اُس زمانے میں بھی برسرِ اقتدار گروہ یا طلبگارانِ اقتدار نے مخصوص دائرے میں کثرتِ تولید کی مہم چلائی تھی جواز کے لیے سند مطلوب تھی۔ ایک طرف اس حدیث کو سامنے رکھا گیا کہ ''شادیاں کرو تا کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں۔'' دوسری طرف رسول اکرم ﷺ کے زمانے کے ہنگامی حالات سے دلیل لائی گئی جب کہ مسلمانوں کی تعداد بہت مختصر تھی اور حکم یہ تھا کہ اگر قید ہو کر آنے والوں میں لوگ مسلمان ہو جائیں اور ان میں بھی عورتیں ہوں تو مسلمان ہو جانے والی عورتوں کو مشرکوں اور کافروں میں پھر واپس نہ بھیجو، یہیں ان کا بندوبست کرو۔ البتہ مشرک عورتوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ یہ حکم تھا کہ مسلمان ان سے کوئی رشتہ قائم نہیں کر سکتے، اس لیے صرف وہی واپس بھیجی جا سکتی ہیں۔'' پھر حدیث سے بھی سند حاصل کی گئی۔ جو ہنگامی ضرورت کے لیے اجازتِ متعہ کہلاتی ہے اور جس کے بارے میں یہ بھی ہے کہ پھر اس اجازت کو منسوخ کر دیا گیا تھا لیکن اسی وقت سے اس کے مخالف و موافق دو گروہ بھی برابر موجود رہے، اگرچہ کسی زمانے میں بھی نکاح کے بغیر ربط قائم کرنے کا تصور نہ تھا، متعہ بھی ایک مدت معینہ تک کا معاہدہ ہے پھر سند کے طور پر اس کو سامنے رکھا گیا کہ جنگوں میں جو عورتیں قید ہو کر آ جائیں ان سے تمتع کی اجازت ہے قصہ مختصر استیلاد اور کثرتِ اولاد کا یہ عالم ہو گیا کہ مہلب کے تین سو بیٹے تھے[ابن خلکان:۲/ ۱۴۷]۔ عبدالرحمٰن بن الحکم الاموی کے ڈیڑھ سو بیٹے اور پچاس بیٹیاں تھیں[النفح الطیب :۱/ ۱۶۴]۔ تمیم بن المعز تمیمی کے سو سے زیادہ لڑکے اور ساٹھ لڑکیاں تھیں[ابن خلکان:۱/ ۹۹] اور عمر بن الولید کے نوے (۹۰) لڑکے تھے جن میں ساٹھ شہسوار تھے (گویا ایک فوجی دستہ).....[العقد الفرید:۲/ ۲۸۵]

اسی کا نام استیلاد تھا اور اسی سے بعد میں ''اُمّ ولد'' کی اصطلاح نکلی اور رائج ہوئی، کثرتِ اولاد کا تقاضا ایک طرف تھا تو سہی مگر دوسری طرف عربیت اور حسب و نسب کا خیال بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدّت کے ساتھ بھرا ہوا تھا اسی لیے ان عورتوں کو بیوی سے الگ ایک حیثیت دی گئی اور ان کو ''اُمّ ولد'' کہا جانے لگا۔

اُمّ وَلدَ کا اصل مفہوم

لیکن ابتدائی عہد میں ''اُمّ ولد'' کا وہ مفہوم نظر نہیں آتا جو بعد کو اس اصطلاح سے سمجھا گیا، پہلے اس کے معنیٰ وہی تھے جو لُغت کے اعتبار سے ہوتے ہیں، یعنی ''بچے کی ماں'' حضرت خدیجہؓ کے لیے یہ لفظ ''اُم اولاد النبی ﷺ'' استعمال ہوا ہے، ابنِ قتیبہ نے کتاب المعارف ص ۴۳ میں لکھا ہے کہ

''حضور ﷺ کی سب سے پہلی بیوی بنتِ خویلد ہیں اور خدیجہ اُمِ اولاد النبی ﷺ ہیں (ساری اولاد کی ماں) بجز ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہ سے تھے۔''

یہی لفظ حضرت ام الفضل بنت الحارث کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں اور حضرت میمونہ کی سگی بہن، ابن سعد جلد ۸ ص ۱۳۲ میں ہے کہ

''عباس بن عبدالمطلب نے میمونہ کی شادی حضور ﷺ سے کر دی جو سگی بہن تھیں اُن کے بچوں کی ماں (ام ولدہ) ام الفضل بنت الحارث الہلالیہ کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی سَرِف میں کی جو مکّہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔''

حضرت امامہ بنت ابی العاص کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی ازواج کے تذکرے میں ہے کہ

''محمد الاصغر کی ماں امِ ولد تھیں۔'' [نسب قریش: ۲/ ۱۹۰]

''محمد الاصغر کے کوئی اولاد نہیں، ان کی ماں امامہ بنت ابی العاص تھیں۔'' [یعقوبی]

اَمامہ بنتِ العاص بن الربیع، زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نواسی۔ زبیر نے کتاب النسب میں کہا ہے کہ

''زینب ابوالعاص کی بیوی تھیں، جن سے امامہ اور علی پیدا ہوئے [اصابہ: ۲۳] اور ان سے علی بن ابی طالب نے فاطمہ کی وفات کے بعد شادی کی۔'' [استیعاب ترجمہ امامہ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت ماریہؓ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میں تم کو اہلِ مصر کے بارے میں بھلائی کی تلقین کرتا ہوں ان سے نسب اور مصاہرت کا رشتہ ہے، نسب سے مراد ''ہاجرہ زوجہ ابراہیم الخلیل (اور ان کے بچے کی ماں) اُمّ ولدہ اسمٰعیل'' ہیں اور صہر سے مراد ماریہ قبطیہ ''اُمّ ولد النبی ﷺ'' ہیں جن کو مقوقس نے بھیجا تھا۔'' [النجوم الزاهره : ۳۳ منقولاً المسعودی:۱۰]

تو کیا ''اُمّ وَلد'' کے معنیٰ لونڈی کے ہیں؟ کیا حضرت خدیجہ ''ام اولاد النبی ﷺ'' اور حضرت ام الفضل بنت الحارث (اُمّ وَلد العباس) اور حضرت امامہ بنت ابی العاص (حضور کی صاحبزادی زینب کی بیٹی جن سے علیؓ نے شادی کر لی تھی) اور حضرت ہاجرہ والدہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت ماریہؓ، اُمّ ولد النبی، سب لونڈیاں تھیں؟

نسل پرستی کا جنون

اُمّ وَلد کا لفظ حضرت خدیجہؓ، حضرت ماریہؓ، حضرت اُمّ الفضلؓ اور حضرت امامہ بنتِ زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ سب کے لیے یکساں استعمال ہوا ہے۔ حضرت خدیجہ سے حضرت امامہ تک گویا نانی سے نواسی تک کا دور ہے اور چونکہ حضرت امامہ حضرت علیؓ کے حبالۂ عقد میں تھیں اس لیے حضرت علیؓ کا دور بھی اس میں شامل ہے ان کے لیے اس لفظ کا یہ استعمال بتاتا ہے کہ اس کے معنیٰ لونڈی اور کنیز کے نہیں تھے فقہی اصطلاح کی صورت اس نے رفتہ رفتہ پائی اور بہت بعد میں پائی جب اسلام میں ملوکیت نے جگہ بنائی اس کے لوازم چاروں طرف سے سمٹنے شروع ہوئے رومی اور ایرانی بادشاہوں کی روایات کے ساتھ ان کی شہزادیاں بھی ان کے محل میں پہونچیں اور ان کے ساتھ کنیزیں بھی آئیں اور کنیزوں کا رومی و ایرانی تصور بھی دلوں میں گھر کرنے لگا تو فرمانرواؤں کی اس سنت جدید نے امراء کو اور امراء کی روش نے عوام کو متاثر کر کے معاشرے کو نئے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا جس سے ذہنی کشمکش بڑھی متضاد رجحانات میں تصادم ہوا پھر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی نئی نئی تفسیریں اور تعبیریں سامنے آنے لگیں ایسی حدیثوں اور آثارِ صحابہ کی تلاش بھی ہونے لگی، جن کو اپنے جدید طرز عمل کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

25420

حمایت میں سند کے طور پر پیش کیا جاسکے آیات کے بھی نئے معنی بیان کیے گئے اور حدیثوں کے بھی۔ اور پھر کچھ نے تو حدیثیں گھڑ بھی ڈالیں جہاں اپنے ظلم وجور کو اور آمرانہ قہر کو سہارا دینے کے لیے مسئلۂ جبر کا اختراع کیا گیا ہو [مقریزی، جلد ۲] تاکہ لوگوں کے ذہن میں یہ تصور بیٹھ جائے کہ انسان بیچارہ تو مجبورِ محض ہے بنی امیہ بھی مجبور ہیں جو کچھ اس دنیا میں ہوتا ہے سب خدا ہی کے حکم سے ہوتا ہے اس لیے یہ سفاکیاں بھی جو بنو امیہ کر رہے ہیں یہ قتل وغارت یہ جبر وتشدد، یہ پچاس پچاس ہزار مردوں اور تیس تیس ہزار عورتوں کو بیک وقت قید بامشقت کی سزا جو دی جارہی ہے اس میں بھی دراصل خدا کی مشیت ہی کو دخل ہے۔ سب کچھ اسی کے حکم سے ہو رہا ہے، صبر سے کام لینا چاہئے اور راضی بہ رضا رہنا چاہئے۔ وہاں اپنی عیش کوشیوں کو سند جواز عطا کرنے کے لیے کیسے کیسے اختراعات نہ ہوئے ہوں گے اور کس کس طرح ان کا پروپیگنڈا نہ کیا گیا ہوگا، ''مسئلۂ جبر'' کی جب تردید کی گئی اور پھر اس کے مضمرات کو سمجھ کر اس کے توڑ پر حکومت کے حریفوں نے ''مسئلۂ قدر'' پیش کیا کہ ''نہیں اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے انسان کر رہا ہے اور اپنے ارادے سے کر رہا ہے انسان صاحب ارادہ ہے لہٰذا وہ اپنے ہر عمل کا جواب دہ ہے (بالفظ دیگر یہ تمام سفاک مجرم ہیں اپنی سفاکیوں کے جوابدہ)۔'' تو اس کی چوٹ عبدالملک نے براہ راست محسوس کی اور اس نظریئے کے علمبردار کا سر قلم کروا دیا جہاں یہ عالم تھا بصرہ کے مشہور و معروف عالم دین امام عبداللہ بن عون کو جو نسلاً عرب نہیں تھے ایک عرب خاتون سے شادی کر لینے کے جرم میں عبدالملک کے گورنر ہلال ابن ابی بردہ نے باندھ کر کوڑے سے پٹوایا [ابن سعد: ۲۶/۷]۔ جہاں غیر عرب باشندے اور موالی کم رتبہ اور حقیر و ذلیل سمجھے گئے اپنے تقوی وطہارت اور علم وفضل کے باوجود اچھوت بنا دیئے گئے اور ان کے اچھوت ہونے کا تصور خود ان کے دلوں میں بٹھایا گیا۔ وہاں عصبیتِ عربیہ کے جنون نے کیا کیا کچھ نہ کیا ہوگا، بالکل ظاہر ہے۔ حالانکہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں حضرت بلال حبشی کی شادی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی بہن سے ہوئی۔ اسی طرح اسامہؓ بن زید کی شادی فاطمہ بنت قیس فہریہ سے ہوئی اور یہ شادی رسول اللہ ﷺ نے کرائی اس سے پہلے زینبؓ کی شادی زیدؓ سے کر دی تھی۔ زینبؓ سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریف اور کون عورت ان میں ہو سکتی تھی۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور میں جب مشہور شامی بزرگ امام مکحول کو منصب قضا سپرد کرنا چاہا تو جس طرح انھوں نے معذرت پیش کی وہ اس ماحول کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی ہے۔ انھوں نے کہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کا قول یہ ہے کہ

''لوگوں کا قاضی اس شخص کو ہونا چاہئے جو قوم میں صاحب شرف ہو مگر میں تو موالی (غیر عرب) ہوں۔'' [العقد الفرید: ۸/۱]

یہ جواب ایک طنز ہے، غیر عرب ہونا عیب تھا لہٰذا امام مکحول عیب دار تھے۔ کیونکہ وہ اصلاً سندھی تھے، بنی امیہؓ نے منصب قضا اور دوسرے ذمہ دار عہدوں پر کسی غیر عرب کا تقرر ممنوع قرار دے دیا تھا، ان کے نزدیک منصب قضا کے اہل صرف عرب تھے [ابن خلکان: ۱/ ۲۰۵]۔

''انھوں نے یہ بھی پروپیگنڈا کر رکھا تھا کہ جس کی ماں غیر عرب ہو وہ کنیز زادہ ہے اور جو کنیز زادہ ہے اس پر قبائے خلافت ریشمیں لباس کی طرح حرام ہے۔'' امام حسینؓ کے پوتے زید بن علی بن الحسینؒ نے جب خلافت کا دعویٰ کیا تو ہشام بن عبدالملک نے ان کو یہی لکھا تھا کہ

''آپ خلافت پر نظر رکھتے ہیں مگر آپ اس کے اہل بھی ہیں؟۔ آپ کنیز زادے ہیں۔'' [سراج الملوك بر حاشیۂ مقدمہ ابن خلدون: ۲۸۸]

اور یہ بات اس نے اس انداز سے لکھی گویا وحی الٰہی کا حوالہ دے رہا ہو اس نے کنیز زادہ اس لیے لکھا تھا کہ ان کی والدہ غیر عرب تھیں اور امام مکحول کی طرح وہ بھی سندھ کی رہنے والی تھیں، انھیں ام ولد کہا جاتا تھا (اہل روما کی طرح بنی امیہؓ نے بھی انسانیت کو پھر دو طبقوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک طبقہ آقاؤں کا تھا اور وہی صاحب شرف تھا دوسرا غلاموں کا تھا جو محروم شرف تھا اور یہ غیر عرب تھے)۔

کسی ملک میں پانچ دس سال بھی اگر حکومت کے زور زبردستی سے کچھ الٹی سیدھی باتیں رائج ہو جائیں اور لوگ ان کی برملا مخالفت نہ کر سکیں تو کچھ عرصہ بعد وہی ملکی رواج کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اور ان لوگوں کے دل و دماغ میں بھی جو کٹر مخالف رہے ہوں مختلف

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اسباب کی بناء پر ان باتوں کے لیے ایک طرح کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی پچھلی شدت میں کمی آجاتی ہے کوئی بات اگر ان کے خیال میں بالکل بنیادی نہ ہو تو وہ مفاہمت بھی کر لیتے ہیں اور ان کے مقابلے میں وہ نئی نسل جس نے ہوش ہی اس ماحول میں سنبھالا ہو، آنکھ کھلتے ہی دیکھا ہو کہ ملک میں کیسی کیسی باتیں رائج ہیں اور کیا کیا طور طریق ہیں اس کے لیے تو کسی بات پر چونکنے کا امکان بھی مشکل ہی سے باقی رہتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے مشہور شاگرد حسن بن زیاد نے اپنے استاد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

''بنی امیہ کے گورنر کسی ایسے فقیہ سے جو عرب نہ ہو یا موالی میں سے ہو کبھی فتویٰ نہ لیتے تھے۔'' [مناقب الخوارزمی: ۱/ ۱۷۰]

یہ ایک مؤثر انتظام زبان بندی کا تھا اور یہی رواج بن گیا تھا۔

موضوعات کا سہارا

ایک طرف ملفوظاتِ شارع میں من گھڑت باتوں کو داخل کرنے کی کوشش، دوسری طرف تعامل کا یہ عالم جو اپنی شرح آپ ہے۔ حدیث مشہور کی گئی کہ

''کوئی عورت کفو سے باہر شادی نہ کرے۔'' [اللآئی المصنوعہ للسیوطی: ۱۲۷]

''کنیزیں رکھو کہ ان کی کوکھ برکتوں والی ہے۔'' [الموضوعات للفتنی: ۱۲۷]

اور اسی میں یہ بھی ملاحظہ ہو کہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ام ابراہیم کے بچہ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کو بچے نے آزاد کر دیا۔''

یہ بہت مشہور روایت ہے اور ابن سعد، جلد ۸، ص ۲۱۵ میں بھی ہے۔ بلکہ کوئی کتاب حدیث و سیر کی ایسی نہ ہوگی جس میں یہ روایت موجود نہ ہو۔ مگر یہ الموضوعات للمقدسی ص ۳۹، میں بھی محفوظ ہے۔ اس جھوٹی روایت کو مشہور کرنے سے ذہنوں میں یہ بات بٹھانی مقصود تھی کہ کم از کم حضرت ابراہیم کی ولادت تک تو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کنیز ہی تھیں۔

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ کی طرف منسوب کر کے یہ حدیث مشہور کی گئی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جب رسول اللہ ﷺ سے اُمّ وَلد کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اس کا آقا اپنی زندگی بھر اس سے تمتع حاصل کرے گا اور مرجائے تو حرہ (آزاد ہو جائے گی)۔''

امام ابن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب علل الاخبار، جلد ثانی، ص ۴۲۳ میں یہ حدیث درج کر کے لکھا ہے کہ

''میں نے اپنے والد سے سنا کہ یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔''

اسی طرح انھوں نے وہ حدیث بھی درج کی ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ کی طرف منسوب ہے کہ

''ہم لوگ اپنی سراری (کنیزوں) کو اور امہاتِ اولاد کو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فرخت کر دیتے تھے۔''

اور اس کو درج کرنے کے بعد بھی یہی لکھا ہے کہ ''یہ حدیث منکر ہے۔''

پھر یہ روایت بھی درج کی ہے کہ

''ابن جریج عطا سے رویت کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ خبر مجھ تک پہنچی ہے کہ علی کی وصیت میں یہ مذکور ہے کہ میں نے انیس (۱۹) ''اُمّ وَلدہ'' چھوڑی ہیں۔''

اور اس کے بارے میں بھی یہی لکھا ہے کہ ''اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے۔''

اسی طرح ایک حدیث ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ

''جس عورت کو اس کے آقا سے کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ بچہ پیدا ہوتے ہی آزاد ہو جاتی ہے۔''

مگر "بدایۃُ المجتھد" میں قاضی ابن رشد نے جلد ثانی، ص ۳۳۰ پر صاف لکھا ہے:

''محدثین کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔''

ان تمام جھوٹی اور غیر مستند روایات کو پھیلانے کا مقصد بالکل ظاہر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد اٹھہتر (۷۸) سال زندہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ان کی وفات عہد مروانی کے آغاز میں ہوئی ہے لیکن اسی وقت یہ حال ہو گیا تھا کہ'' جب بشیر العدوی حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو انھوں نے توجہ تک نہ کی، دیکھا تک نہیں۔ اس پر بشیر نے کہا آخر بات کیا ہے کہ آپ میری بات نہیں سنتے، میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ کان نہیں دھرتے، تو ابن عباس نے فرمایا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب ہم کسی کو یہ کہتے سنتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے تو بے اختیار ہماری آنکھیں اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں اور ہمارے کان اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے سخت ونرم (رطب ویابس) کی آمیزش شروع کر دی تو ہم صرف وہی حدیثیں لیتے ہیں جن سے پوری واقفیت ہوتی ہے [مقدمہ مسلم]۔ لیکن سبھی تو ابن عباس نہیں تھے کہ کھرے کھوٹے میں یوں تمیز کر لیتے، لوگوں نے تو خود انھیں کی طرف معلوم نہیں کتنی باتیں مختلف مقاصد کے تحت گھڑ کے منسوب کر دیں اور وہ چل پڑیں۔

www.kitabosunnat.com

دو جذبوں کی کشاکش

قصہ مختصر ملک میں دو متضاد جذبے پوری قوت سے کام کر رہے تھے ایک طرف عصبیتِ عربیہ تھی، دوسری طرف عیش پسندی اور دونوں جذبے قوی تھے اور اہلِ اقتدار اپنے دونوں جذبوں کی پرورش پہلو بہ پہلو کرنی چاہتے تھے۔ اہلِ عجم ان کی نظر میں حقیر و ذلیل بھی رہے اور محل کنیزوں سے آباد بھی۔ ان کنیزوں سے جو بچے ان کے ہوتے تھے ان کو ولیعہدی کے قریب بھی نہ آنے دیتے تھے لیکن دور وہ بھی آیا کہ وہی چھا جائیں۔ آخر شہزادے تھے، شہزادگی انھیں اوروں کی طرح ذلیل تو رکھ نہ سکتی تھی وہ برسر اقتدار آ گئے کنیزوں کی اولاد تختِ حکومت پر پہنچ کر رہی اور اگرچہ عرب یہ کہتے تھے کہ کنیزوں کی اولاد اقتدار کی کرسی پر پہونچے تو سمجھو ہمارا اقتدار گیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ مجبور تھے کہ اپنی شدید عصبیت عربیہ کو کچھ نرم کریں اور کسی حد تک مفاہمت پر آمادہ ہو جائیں سو یہ بھی ہوا یہ بحث چھڑی کہ

''اُمّ وَلد بیوی کی صف میں ہے یا لونڈی کی؟ اور دو گروہ ہو گئے۔ ایک وہ جس نے اُمّ وَلد کو ازواج کی صف میں رکھا، کیونکہ بیوی اور اُمّ وَلد کے درمیان جو مماثلت ہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے زیادہ قوی ہے جو بیوی اور لونڈی کے درمیان ہو سکتی ہے۔ (اور پھر وہی استدلال) کہ ام ولد آقا کی موت کے بعد ''حرہ'' ہو جاتی ہے اور حریت کے ساتھ نہیں ہے۔'' [زاد المعاد:٤/ ٢٣١]

اور ان تمام مواقع پر حضرت ماریہ قبطیہؓ، حضرت ریحانہؓ، حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ کے ناموں کو استعمال کیا گیا جب قرآن کے احکام پس پشت ڈال دیئے گئے حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات اور بالخصوص خطبۂ حجتہ الوداع کے آخری پیغام کو نظر انداز کر دیا گیا جس میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے سب ایک آدم وحوا کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں، خدا کے نزدیک معزز ومکرم صرف وہ ہے جو صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ کردار ہو۔'' تو پھر ناموس رسول وازواجِ رسول کی پروا کون کرتا؟

تاہم ایک بات خاص طور پر ذہن میں رکھنے کی یہ ہے کہ عہدِ رسالت میں اگر کبھی کسی جاہلی تصور کے مطابق لونڈی کا خیال کیا تو اس کا ذہن حضرت ماریہ کی طرف نہیں گیا، ہمیشہ حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ریحانہؓ کی طرف گیا کیونکہ وہ جنگ میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ انھوں نے یہ جاننا چاہا کہ یہ گرفتار ہو کر آئی ہیں اور حضور ﷺ کے پاس آئی ہیں، تو ان کی حیثیت کیا ہو گی، ان کی حیثیت ازواج کی ہو گی یا ''ملکِ یمین'' کی؟ مگر اس بات کو حضور ﷺ سے پوچھنے کی جرأت انھوں نے نہیں کی۔ صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی خود ہی ایک راہ نکالی

''حضور ﷺ نے اگر ان کو پردے میں رکھا تو ام المومنین ورنہ ملکِ یمین۔ اور پھر انھوں نے یہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے ان کو پردے میں رکھا۔'' [ابن سعد:٨/ ٢١٢، واصابہ، وزرقانی]

www.kitabosunnat.com

''ضربِ حجاب'' علامتِ شرف واعزاز تھا۔ انھوں نے اس کا انتظار نہیں کیا کہ تقریب نکاح کی شہادت پیش ہو یا ولیمہ کا اعلان ہو اور نہ تمام ازواج کے متعلق ہر ایک کو علم ان کی تقریب نکاح یا ولیمہ کی شرکت کے ذریعے ہوا تھا، نہ دنیا میں کہیں ایسا ہوتا ہے۔ حضرت صفیہؓ کے بارے میں یہ بات جو لوگوں کے ذہن میں آئی تو صرف اس لیے کہ ایک اہم جنگ کے بعد فتح کا موقع تھا اور غنیمت کی تقسیم اور دوسرے مسائل درپیش تھے اور قیدیوں کے متعلق فطرۃً لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاننا چاہتے تھے کہ ان کا حشر کیا ہوگا قتل کیے جائیں گے یا چھوڑ دیئے جائیں گے۔ ان کی لڑکیاں لونڈیاں بنالی جائیں گی یا قید سے رہا کردی جائیں گی۔ رہا نکاح کا اعلان تو بجز اس کے اور کیا مذکور ہے کہ

''حضور ﷺ نے آزاد کیا اور اپنا لیا اور روانہ ہوئے تو ان کی سواری کا پردا گرا دیا گیا۔ وہ پردے میں رہیں اور یہی عام لوگوں کے لیے علامت اور اعلانِ نکاح تھا[بخاری: ۲/ ۷۶۱] اور اسی سے ان کو معلوم ہوگیا کہ شادی کرلی۔'' [کتاب المحبر للبغدادی: ۹۱]

یہی حضرت جویریہؓ اور حضرت ریحانہؓ کے ساتھ ہوا اور یہ سب پردے میں رہیں کیونکہ نساء النبی ﷺ کے لیے واضح حکم پردے کا تھا اور کہا گیا تھا کہ

﴿لستن کاحد من النساء﴾

''تم عام عورتوں کی سی نہیں ہو۔''

جو خواتین جنگ میں گرفتار ہوکر آئیں اور رہائی پاکر حضور ﷺ کے حبالۂ عقد میں آگئیں ان کے متعلق کبھی کبھار کسی کو کوئی خیال آیا یا کوئی طنز کسی نے کیا بھی تو بروقت ان کی اصلاح ہوگئی۔ لیکن حضرت ماریہؓ جب آئیں تو سرے سے کوئی امکان اس کا نہیں تھا کہ دو رائیں ہوتیں اس لیے کہ اوّل تو وہ کسی جنگ میں گرفتار ہوکر نہیں آئی تھیں اور نہ ان کی آمد کا انداز ایسا تھا کہ ان پر کنیز ہونے کا کوئی گمان ہوتا۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ سے لائی گئیں تو اس کو اہل سیر و تاریخ نے تقریب نکاح قرار دیا۔

''ویسا ہی نکاح جیسا خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکہ میں ہوا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ میں اور صفیہ رضی اللہ عنہا کا خیبر کے بعد۔'' [زاد المعاد: ۱/ ۲۷]

''زاد المعاد'' کی یہ عبارت بتاتی ہے کہ حضرت صفیہؓ کا نکاح خیبر کے بعد اُسی طرح ہوا تھا جس طرح حضرت خدیجہؓ کا نکاح مکّے میں یا حضرت حفصہؓ کا نکاح مدینے میں ہوا تھا جن لوگوں کو معلوم تھا، ان کو معلوم تھا اور جن کو معلوم نہ ہوسکا تھا انھوں نے معلوم کرنے کے لیے قیاس آرائی کی۔ تمام ازواج کے نکاح کی تقریب یا ولیمہ کا ذاتی علم تمام لوگوں کو نہیں تھا اور نہ ہوسکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا اور نہ قطعی طور پر یہی سب کو معلوم تھا کہ کون سا ولیمہ کس نکاح کے سلسلہ میں ہوا تھا۔ بخاری میں ایک روایت ہے کہ

''حضور ﷺ نے کسی نکاح کے موقع پر ولیمہ کیا تو اس میں دو مُد جَو صرف ہوئے تھے۔''

[بخاری:۲/۷۷۲]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت اُمّ سلمہ، ازواج النبی ﷺ اور امہات المومنین میں ہیں لیکن ان سے جب نکاح ہوا تو اس میں کتنے لوگ حاضر تھے؟ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس پر لمبی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ

''اُمّ سلمہ کے ولیوں میں کوئی بھی موجود نہ تھا اور صرف اتنا معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے پیام دیا اور حضرت اُمّ سلمہ نے اسے قبول کیا۔''

روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ نے اپنے بیٹے عمر سے کہا کہ عقد باندھ دو۔ مگر ابن سعد نے لکھا ہے کہ

''رسول اللہ نے یہ شادی ۴ ہجری میں کی تھی اُس وقت عمر تین برس کے ہوں گے اور ظاہر ہے ایسا بچہ کسی کی شادی نہیں کر سکتا۔''

ابن قیم کہتے ہیں کہ

''راویوں کو دھوکا ہوا، یہ عمر حضرت اُم سلمہ کے بیٹے نہیں تھے، ایک قول ہے کہ عمرؓ بن الخطاب تھے۔''

لیکن یہ لکھنے کے بعد بھی ابنِ قیم کہتے ہیں:

''اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اُمّ سلمہ کے بیٹے ہی تھے تو حضور ﷺ نے بچے کو کھیل سے یہ بات کہی ہوگی حق تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو نکاح کے وقت کسی ولی کی احتیاج نہ تھی۔'' [زاد المعاد:۱/۲۷]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت میمونہؓ سے حضور ﷺ نے شادی کی تو اس نکاح کا بھی حال پوری طرح سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو معلوم نہیں ہے، نہ سب کو معلوم ہونا ضروری تھا نہ ممکن۔ اسی لیے یہ بحث چھڑ گئی کہ عمرہ کے دوران بحالتِ احرام شادی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ابن عباس سے روایت ہے کہ ''بحالتِ احرام نکاح کیا تھا۔'' ابن قیم نے اس پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ

''حضرت ابن عباس کو غلط فہمی ہو گئی تھی کہ بحالتِ احرام نکاح کیا، سفیرِ نکاح واقعہ سے زیادہ باخبر ہو سکتا ہے اور اسی کی بات زیادہ مستند ہو سکتی ہے۔ اس نکاح کے پیامی ابو رافع تھے، ان کا بیان ہے کہ ''عمرہ سے فرصت پانے اور احرام اتارنے کے بعد کیا تھا۔'' ابن عباس کی عمر اس وقت کم و بیش دس سال کی تھی۔ پھر وہ وہاں موجود بھی نہ تھے۔'' [زاد المعاد:٤/٨٦٨]

سیدہ ماریہؓ کے پاس کس کو بھیجا تھا؟ حاطب کو؟ جبر القبطی کو یا ابو رافع کو؟ (جو سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو لانے کے لیے شرحبیل بن حسنہ اور عمرو بن امیہ الضمری کے ساتھ حبشہ گئے تھے یا حضرت میمونہؓ کے لیے پیام لے کر گئے تھے) ان میں سے کس کس کا بیان قلمبند کیا گیا ہے، حضرت صفیہؓ کے بارے میں ابو داؤد نے اپنی سند سے صرف اتنا بیان کیا ہے کہ

''حضور ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو قید سے رہا کیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔''

اور احمد بن حنبل کا یہ قول ہے کہ

''اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی بیوی تھیں۔ لیکن ان کے نکاح کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ منقول نہیں ہے۔''

[معالم السنن للبستی:٣/١٨٣]

یعنی اتنا ہی کافی تھا مگر اس کے باوجود لوگوں نے قیاس سے کام لیا۔ پھر اس میں بھی راویوں سے جیسی جیسی چوک ہوئی اس کی مثال اوپر گزری اور ان قیاسی باتوں کو بھی روایات میں جگہ مل گئی کیونکہ بقول یحییٰ بن سعید:

''حفاظِ روایات جو کچھ سنتے تھے ٹانک لیتے تھے۔'' [تهذيب التهذيب:٩/٤٥١]

وہ تو کرم ہے محدثین و محققین کا کہ انھوں نے بے شمار باتوں کو واضح کر دیا اور کتنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھوٹ صاف کردی ورنہ آج ہم اس قابل ہرگز نہ ہوتے کہ احادیث وروایات کی صحت کو اور اقوال وقیاسات کے پس منظر کو روشنی میں لا سکتے۔

ازواج مطہرات کی تعداد

راویوں کے اسی قیاس وگمان کا اثر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بیٹھیے تو تعداد تیس سے اوپر پہنچتی نظر آئے گی[السمط الثمین، مناقب امہات المومنین لمحب الدین الطبری] لیکن مؤرخین محققین اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ نے پندرہ شادیاں کیں۔

ابن سعد کا بیان

ابن سعد نے لکھا ہے کہ

''پہلے خدیجہؓ سے شادی کی، پھر سودہؓ سے، پھر عائشہؓ سے، پھر حفصہؓ سے، پھر اُمّ سلمہؓ سے، پھر جویریہؓ سے، پھر زینبؓ بن جحش سے، پھر ریحانہؓ بنت زید سے، پھر اُمّ حبیبہؓ سے، پھر میمونہؓ سے۔ (اور فاطمہؓ بنت ضحاک اور اسماءؓ بنت النعمان جونیہ سے بھی)۔''

حضرت ماریہ کا تذکرہ نہ ازواج میں ہے نہ سراری میں، ان کا نام لے کر الگ ذکر کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ

''لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چودہ عورتوں سے شادی کی، اور عبیط بن جابر کا بیان محمد بن یحییٰ بن حبان سے یہ ہے کہ پندرہ شادیاں کیں۔''[ص ۱۲۹، ص۲۰۶، ص ۱۹۹، جلد ۸]

ابن ہشام کا بیان

ابن ہشام نے لکھا ہے:

''نو تھیں، عائشہؓ، حفصہؓ، اُمّ حبیبہؓ، اُمّ سلمہؓ، سودہؓ، زینبؓ بنت جحش، میمونہؓ، جویریہؓ، صفیہؓ جیسا کہ متعدد اہلِ علم نے مجھ سے بیان کیا ہے اور وہ تمام جن سے رسول اللہ ﷺ نے شادی کی تیرہ تھیں خدیجہؓ ان میں پہلی تھیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ

''دو کا دخلہ (یعنی گھر میں آنا) ہی نہ ہوا۔ یعنی اسماء بنت النعمان الکندیہ اور عمرہ بنت یزید الکلابیہ کا۔''

پھر ابن ہشام نے تمام ازواج کی حسب ذیل تقسیم کی ہے:

چھ قرشیہ تھیں: خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، ام سلمہ اور سودہ۔

چھ ان کے علاوہ عربیہ تھیں: زینب بنت جحش، میمونہ بنت الحارث، زینب بنت خزیمہ، جویریہ بنت الحارث، اسماء بنت النعمان الکندیہ اور عمرہ بنت یزید الکلابیہ۔

ایک غیر عرب: صفیہ بنت حُیی بن اخطب۔

زینب بنت خزیمہ کا نام اوپر درج نہیں کیا تھا نیچے عربیہ کی فہرست میں درج کر دیا ہے اور اب تعداد تیرہ تک پہونچ گئی مگر خود ابن ہشام کے بیان کے مطابق اسماء و عمرہ کے نام یہاں شمار نہ ہونے چاہئیں، اب اگر ان دو ناموں کو الگ کر لیجئے تو تعداد گیارہ رہ جاتی ہے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ''تیرہ سے شادی ہوئی۔ گیارہ بیوی بن کر گھر میں آئیں۔ دو نے حضور ﷺ سے پہلے وفات پائی (زینب اور خدیجہ نے) اور جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو نو زندہ تھیں۔''

ابن ہشام نے ''سراری'' کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے البتہ جلد اوّل میں ایک جگہ یہ عبارت موجود ہے کہ

''عبداللہ بن وہاب نے ابن لہیعہ سے یہ سن کر ہم سے بیان کیا کہ اُمّ ابراہیم ماریہ سُرّیۃ النبی ﷺ ہیں جن کو مقوقس نے بھیجا تھا۔ یہ علاقہ الفنا کے شہر منف کی رہنے والی تھیں۔'' [ص ۲۰۶، جلد ٤]

یعقوبی کا بیان

ابن واضح یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

''اکیس یا تئیس تھیں اور جو بیوی بن کر گھر میں آئیں ان میں سب سے پہلی خدیجہؓ ہیں، پھر سودہؓ، پھر عائشہؓ، پھر غزیہؓ ام شریک، پھر حفصہؓ، پھر زینبؓ، پھر ام حبیبہؓ، پھر زینبؓ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنتِ جحش، پھر ام سلمہؓ، پھر جویریہؓ، پھر صفیہؓ، پھر میمونہؓ، پھر ماریہؓ اُمّ ابراہیم۔''

یعقوبی نے نام صرف تیرہ درج کیے ہیں جن میں غزیہ کا نام نیا ہے۔[۶۸/۲]

ابن قتیبہ کا بیان

ابن قتیبہ نے کتاب ''المعارف'' میں نام یوں پیش کیے ہیں:

''خدیجہؓ، سودہؓ، عائشہؓ، حفصہؓ، زینبؓ بنت خزیمہ، زینبؓ بنت جحش، اُمّ حبیبہؓ، اُمّ سلمہؓ، میمونہؓ، صفیہؓ اور جویریہؓ۔''

کل گیارہ نام اور ماریہ قبطیہ کا کوئی تذکرہ نہ ازواج میں کیا ہے نہ سراری میں۔ البتہ جہاں اولاد النبی ﷺ کا بیان ہے وہاں یہ لکھا ہے کہ

''اور ماریہ قبطیہ سے ابراہیم ہوئے۔''[ص:۶۰-۶۱]

سراری کی حیثیت سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

طبری کا بیان

ابن جریر طبری نے ''تاریخ الامم والملوک'' میں لکھا ہے کہ

''پندرہ سے شادی کی، تیرہ بیوی بن کر آئیں بیک وقت گیارہ رہیں اور جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو نو زندہ تھیں۔''[ص ۱۷۵، جلد ۳]

سراری کا کوئی تذکرہ ازواج کے بیان میں نہیں کیا۔

ابن کثیر کا بیان

ابن کثیر نے اپنی ''کتاب البدایہ والنہایہ'' میں لکھا ہے کہ

''پندرہ سے شادی کی، تیرہ بیوی بن کر گھر میں آئیں، بیک وقت گیارہ رہیں اور جب حضور ﷺ نے رحلت فرمائی تو نو زندہ تھیں۔''

ابن کثیر نے ''سنن بیہقی'' سے قتادہ کی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

''بخاری میں سیدنا انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے ہاں دورہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اور وہ گیارہ تھیں اور معلوم و مشہور یہی ہے کہ اُم شریک کا دخلہ نہیں ہوا تھا (یعنی بیوی بن کر گھر میں نہیں آئی تھیں) لہٰذا مراد اُن گیارہ سے..... جن کے ہاں دورہ فرماتے تھے۔ نو بیویوں اور دو جاریہ۔ ماریہ اور ریحانہ ہیں۔'' [ص ۲۹۲، جلد ۵]

نُووِی کا بیان

نووی نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء'' میں لکھا ہے کہ

''پندرہ سے شادی کی، تیرہ بیوی بن کر گھر میں آئیں گیارہ بیک وقت رہیں اور جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو نو زندہ تھیں اور دو (۲) سراری تھیں۔ ماریہ اور ریحانہ بنت زید یا دوسرے قول کے مطابق بنت شمعون پھر ان کو آزاد کر دیا تھا۔'' [ص ۲۶، جلد اول]

ابن اثیر کا بیان

ابنِ اثیر جزری نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں لکھا ہے کہ:

''پندرہ سے شادی کی، تیرہ بیوی بن کر گھر میں آئیں، گیارہ بیک وقت رہیں۔ جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو نو زندہ تھیں اور سراری ماریہ اور ریحانہ ہیں۔'' [۱۴/۲]

ابوالفداء کا بیان

ابوالفداء نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

''پندرہ سے شادی کی تیرہ گھر میں بیوی بن کر آئیں بیک وقت گیارہ رہیں۔''

ایک قول یہ بھی ہے کہ

''بیوی بن کر گیارہ آئیں اور چار کا دخلہ نہیں ہوا یعنی صرف پیام ہی گیا۔ اور جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو نو زندہ تھیں۔ علاوہ ماریہ کے جو سُریہ تھیں۔ ابوعبید کا قول ہے کہ ''سراری چار تھیں۔'' [۱۵۳/۱]

ابن سید الناس کا بیان

ابن سید الناس نے اپنی کتاب ''عیون الاثر'' میں لکھا ہے کہ

''خدیجہؓ، پھر سودہؓ، پھر عائشہؓ، پھر حفصہؓ، زینبؓ بنت خزیمہ، پھر ام سلمہؓ، پھر زینبؓ بنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جحش، پھر جویریہؓ، پھر ریحانہؓ، پھر اُمّ حبیبہؓ، پھر صفیہؓ، پھر میمونہؓ اور چار سراری ماریہؓ و ریحانہؓ وغیرہما۔''

صاحبِ ''عیون الاثر'' نے ریحانہ کو ازواج اور سراری دونوں میں درج کیا ہے۔

[ص ۳۰٤، ص ۳۱۱، جلد ثانی]

ابن عساکر کا بیان

ابنِ عساکر نے اپنی کتاب میں تذکرہ یوں کیا ہے:

''خدیجہؓ، سودہؓ، عائشہؓ، حفصہؓ، ام سلمہؓ، اُمِ حبیبہؓ، جویریہؓ، زینبؓ بنت جحش، زینبؓ بنت خزیمہؓ، صفیہؓ و میمونہؓ، اُمّ شریک رشاعہؓ بنت رفاعہ اور ﷺ کو طلاق دیدی تھی اور دوسری سراری بھی تھیں ایک ماریہ قبطیہؓ اُمّ ابراہیمؑ اور ایک الحارثہؓ بنت شمعون (یہاں اُمِ شریک ازواج میں اور سراری میں الحارثہؓ نئے نام ہیں)۔'' [۲۱۹/۱]

قسطلانی کا بیان

''قسطلانی شرح صحیح بخاری'' میں یہ بیان اس طرح ہے کہ

''حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کی تعداد کیا تھی، ان کی آمد کی ترتیب کیا تھی کن کن کا انتقال حضور ﷺ کی زندگی میں ہوا۔ اور جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو کتنی زندہ تھیں کون کون تھیں جن کا دخلہ ہوا اور بیاہ کر آئیں، کن کن کو حضور ﷺ نے پیام دیا مگر نکاح نہیں کیا، اور وہ کون تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو پیش کیا؟ متفق علیہ یہ ہے کہ ازواج گیارہ تھیں اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت نو زندہ تھیں، اور سراری۔'' [۲۰٤/۱]

التباس

حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ریحانہؓ کے متعلق تو بالکل واضح ہے کہ وہ ازواج میں تھیں خود حضرت ماریہؓ کے بارے میں بھی یعقوبی نے (جو قدیم ترین مصنفین میں سے ہے) بات صاف کردی ہے اور ان کا نام ازواج النبیؐ میں ماریہ اُمّ ابراہیمؑ درج کیا ہے تا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نام کی دوسری خواتین سے التباس نہ ہو کیونکہ ماریہ ''جاریۃ النبی ﷺ'' جن کی کنیت اُمِ رباب تھی اور ماریہ ''خادم النبی ﷺ'' جدہ المثنیٰ بن صالح بن مہران، مولی عمرو بن حریث حضور ﷺ کے خدمت گزاروں میں موجود تھیں، جن کی ہمنامی نے حضرت ماریہ قبطیہ پر اثر ڈالا، جو تصورات ان کے بارے میں پہلے سے موجود تھے وہ ان کی طرف منتقل ہو گئے۔

ابن کثیر کا فیصلہ

اسے پڑھیے کہ ابن کثیر نے ابوبکر البیہقی کی روایت کو جو بطریق سعید بن ابی عروبہ، قتادہ سے مروی ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے پندرہ عورتوں سے شادی کی جن میں تیرہ بیوی بن کر گھر میں آئیں (دخلہ) ہوا، بیک وقت گیارہ حضور ﷺ کے پاس موجود رہیں اور جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو نو چھوڑیں۔''

اپنی کتاب میں درج کرنے کے بعد اس کے بارے میں اپنی تحقیق یہ پیش کی ہے:

''قلت (میں کہتا ہوں) کہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے یہ روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی تمام بیویوں کے یہاں دورہ کرتے تھے یا گشت لگاتے تھے اور وہ گیارہ تھیں اور اُمّ شریک کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ ان کا دخلہ (بیاہ) نہیں ہوا، اس گیارہ سے مراد جن کے یہاں حضور یکے بعد دیگرے تشریف لے جاتے تھے وہ نو ہیں جن کا تذکرہ کیا گیا ہے اور دو لڑکیاں ماریہ اور ریحانہ ہیں، گیارہ کی تعداد یوں پوری ہوتی ہے۔''

اس سے ظاہر ہے کہ یہ نام ذہنوں میں تو برابر رہتے تھے مگر زبان پر نہ آتے تھے اور زبان پر نہ آنے کے اسباب بھی اس پس منظر سے واضح ہیں جن کا تذکرہ ہوتا آرہا ہے عصبیت عربیہ نے عرب خواتین کے سوا اوروں کے نام مشکل ہی سے زبانوں پر آنے دیئے اور پندرہ، تیرہ، گیارہ اور نو کے محمل تعین سے لوگوں کا ذہن فطرۃً الجھتا تھا اور وہ قیاس آرائیاں کرنے پر مجبور تھے۔ جتنے حوالے اوپر مذکور ہوئے ان کو دیکھیے تیرہ کے باقاعدہ نکاح و بیاہ پر محققین کا اتفاق ہے، لیکن وہ تیرہ نام کبھی پورے نہیں گنواتے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابن اسحٰق

تاریخ کی قدیم ترین کتاب ''سیرۃ ابن اسحٰق'' ہے جو منصور عباسی کی فرمائش پر لکھی گئی تھی، اسی تاریخ سے بعد کی تمام تاریخیں وجود میں آئیں، دوسرے مؤرخین نے جابجا اس سے اختلاف بھی کیا ہے لیکن نہج وہی ہے اور نہج کے علاوہ اس ماحول کے اثرات بھی، جس میں تمام باتیں بلاکم وکاست قلمبند نہیں کی جاسکتی تھیں، اور نہ یہی ممکن تھا کہ جیسا کچھ بھی معاشرہ بن گیا تھا اور جو آوازیں فضا میں گونج رہی تھیں، ان کے خلاف کچھ کھل کر لکھا جائے، عہد بنی امیہ ہو یا عہد بنی عباس ہو بجز صاحبان عزیمت کے اور کوئی باطمینان خاطر نہ رہ سکتا تھا اور صاحبان عزیمت کے حالات معلوم ہیں، یہی سبب ہے کہ سیرت ابن ہشام میں ہم ازواج النبی ﷺ کا تذکرہ پڑھتے ہیں تو قرشیات اور عربیات اور غیر عربیہ کی باقاعدہ تقسیم دیکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تقسیم صرف ایک رجحان نہیں، بنوامیہ کی بنیادی سیاسی پالیسی تھی اور بنوعباس کا مفاد بھی دوسرے پہلو سے اسی کے ساتھ وابستہ تھا، قریش کی برتری پر ایمان دونوں کا تھا دونوں ملوکیتوں کی عمارت اسی پتھر پر قائم تھی۔

رومی اصطلاح

پھر ایک بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت ریحانہؓ کا نام جہاں ازواج میں ہے وہیں سراری میں بھی مذکور ہے ابن سید الناس کی تحریر ایک مرتبہ پھر پڑھیے، کیا متقدمین ومتوسطین ازواج وسراری کے فرق سے آگاہ نہ تھے؟ یا ان کے نزدیک دونوں میں حقیقتاً کوئی فرق نہ تھا اور اگر کچھ تھا تو صرف عربیت وعجمیت کا یہ اصطلاح بڑی حد تک روما سے ماخوذ ہے۔

> ''ان کے یہاں بیوی اور سراری میں یہی فرق تھا کہ سراری بھی قانون کی نگاہ میں بیوی ہی تھیں۔ مگر بیوی سے ایک درجہ کم۔'' [گبن: ۲/۲۰۵]

یہ تصور بہت عام ہو چکا تھا اور حکومتِ وقت کے پسندیدہ تصورات میں سے تھا، اس لیے ان پر قانونی وفقہی بحثیں ہونی بھی لازمی تھیں۔ جو فقہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں فقہ کی بنیاد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور تعامل پر ہے۔ کتاب اللہ موجود تھی، سنت رسول بصورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث اور بصورت اخبار و سیر مرتب و مدون ہونے لگی تو اس میں عہد نبوی سے لے کر عہد بنی امیہ بلکہ مابعد تک کے مختلف اسرائیلی شعوبی اور غیر اسلامی اقوال و بیانات و تاثرات و تصورات کا کچھ نہ کچھ حصہ بھی قلمبند ہوئے بغیر نہ رہا، نہ رہ سکتا تھا، اسی لیے امام مالک ابن اسحٰق کو سراپا کذب قرار دیتے تھے کہتے تھے:

''یہ شخص روایات یہودیوں سے لیتا ہے۔''(۱)

اس تبصرے سے ظاہر ہے کہ ابن اسحاق کے زمانے تک یہودیوں کی روایات و خرافات کتنی شائع و ذائع رہی ہیں اور جمع کرنے والوں نے ان سب کو جمع کر دیا اور بعد میں چھان بین کرنے والوں نے حتی الامکان اس ذخیرے کو چھانا بھی۔

زہری کی خشتِ اوّل

روایات کے ابتدائی ذخیرے میں خاصا بڑا ذخیرہ زہری کا جمع کردہ ہے اور یہ روایت بھی زہری ہی کی ہے کہ

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سراری بھی تھیں، ایک قبطیہؓ، دوسری ریحانہؓ بنت

---

(۱) محمد بن اسحاق بذات خود کذاب یا ''ساقط عن الاعتبار'' نہیں۔ ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے۔ علی بن المدینی کے نزدیک ان کی احادیث صحیح ہیں۔ شعبہ انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیتے ہیں۔ یحیٰی بن معین نے بھی انہیں صدوق قرار دیا ہے۔ ائمہ حدیث کی اکثریت انہیں ثقہ سمجھتی ہے۔ ان کی روایت کردہ احادیث مسلم، ابوداود، ترمذی وغیرہا میں موجود ہیں۔ عظیم آبادی رحمہ اللہ اپنی شرح سنن ابی داود میں لکھتے ہیں: " أن محمد بن اسحاق صدوق ، حسن الحديث ، لكنهٗ يدلّس ، فان صرح بالتحديث قبل روايتهٗ ." [غايةُ المقصود: ۱/۱۱۶ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: غايةُ المقصود: ۱/۱۱۴-۱۱۶، عونُ المعبود: ۲/۲۱۸۲-۲۱۸۵ طبع دار ابن حزم بیروت] اور جہاں تک اسرائیلیات کا تعلق ہے تو کتب سیر و تواریخ میں اس کی جو کثرت ہے وہ اہلِ علم پر عیاں ہے۔ اہلِ علم و محققین کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو پیشِ نظر رکھیں: "لا تصدقوا أهل الكتاب و لا تكذبوا هم و قولوا امنّا بالله و ما انزل الينا و ما انزل اليكم ." [صحیح بخاری] ترجمہ: ''اہلِ کتاب کی ان روایتوں کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، بس اتنا کہہ دو کہ اللہ نے جو ہم پر اتارا ہے اور جو تم لوگوں پر نازل کیا گیا ہے ہم سب پر ایمان لاتے ہیں۔'' (تنزیل)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شمعون۔'' [انساب الاشراف بلاذری: ٤٥٤]

اوّل تو یہی غور طلب ہے کہ اگر دو تھیں تو آگے چل کر چار کیسے ہو گئیں؟ جیسا کہ بعض کتابوں میں مذکور ہے اور اگر چار تھیں تو پھر زہری کی اس روایت میں صرف دو ہی کیوں ہیں؟ زہری عبدالملک کے دور کے بزرگ ہیں، وہ عبدالملک کے دربار سے منسلک بھی تھے عبدالملک کے زمانے میں جو فضا جبر و تشدد قائم ہوئی تھی اور جن تعصبات و تصورات کا زور تھا اس میں زہری اگر ایسی کوئی بات کہنی بھی چاہتے جن میں عرب و عجم کی مساوات و ہمسری اور غیر عرب کی عزت و شرافت کا کوئی پہلو ہوتا تو یقیناً اوروں کی طرح وہ بھی زد میں آجاتے۔ پھر یہ زہری ہی تھے جن کو قبیصہ بن ذویب قصر حکومت میں اس لیے لے گئے تھے کہ عبدالملک ''اُمّ الولد'' کے مسئلے پر کسی ذہنی الجھن میں مبتلا تھا زہری عبدالملک کے مزاج اور میلان و رجحان سے خوب واقف تھے۔ حکومت کی مرضی کے خلاف کوئی بات کہی نہ جا سکتی تھی۔ تاہم مخالفینِ حق اپنے کام میں برابر لگے رہے۔ جو باتیں وہ برملا کہہ کر مصائب کو دعوت دینی نہ چاہتے تھے وہ انھوں نے بڑے سلیقے سے پردے میں کہی ہیں کہ اگر کسی وقت کوئی گرفت ہو تو اس کی بروقت تاویل بھی کی جا سکتی ہو۔ ''سراری'' کا لفظ بھی انھیں میں سے ایک ہے جس پر لمبی لمبی بحثیں ہیں۔

سراری کے معنیٰ

سراری کے صحیح ترجمہ و مفہوم سے آگاہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان پر نظر رہے۔ ''السراری'' جمع ہے ''سُرِیّہ'' کی، ایک قول یہ ہے کہ اس لفظ کی اصل ''سِرّ'' ہے (بالکسر)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی اصل ''سرور'' ہے۔ [دائرۃ المعارف فرید وجدی، جلد ٥]

اگر کہا جائے کہ '' تَسَرَّرَ فلان '' تو اس کے معنیٰ ہوں گے '' اِتَّخذ سُرِّیة '' یعنی فلاں نے سُرّیۃ کر لی۔

'' تَسَرَّرَ فلان بنت فلان '' اس موقع پر بولتے ہیں جب مرد رتبے میں کمتر اور عورت برتر ہو یا مرد مالدار اور عورت قلیل المال ہو اور دونوں نے شادی کر لی ہو۔ یہ محاورہ ہے۔ [عربی لغات کے علاوہ دیکھیے: عربی انگریزی لغت از ایڈورڈ ولیم لین: ١٣٣٧/١]

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''اَلسِـرُّ'' : ''النکاح'' ابوعبیدہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے اور دلیل میں امراء القیس کا یہ شعر پیش کیا ہے:

الا زعمت بسباسه اليوم انني
كبرت وان لا يحسن السرَّ امثالي

یعنی: ''کیا آج بسباسہ کو یہ خیال ہے کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں اور مجھ جیسے لوگوں کے لیے نکاح کچھ مناسب و موزوں نہیں رہا۔'' [جمهره ابن ورید:۸۲/۱]

لیکن یہ بھی کہا جا سکتا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس شعر میں " اَلسِـرِّ " کے معنٰے عقد نکاح کے بجائے جنسی تعلقات بھی ہو سکتے ہیں مگر ایک دوسرے بڑے شاعر کا یہ شعر ''عقدِ نکاح'' کے معنٰے میں ثبوت کے طور پر موجود ہے یہ اعشٰی کا شعر ہے۔

فلن يطلبو سرّها للغنٰى
ولن يسلموها لا زهادها

یعنی: ''لوگ اس سے نکاح کے خواہاں اس کی دولتمندی کی وجہ سے نہ ہوں گے اور نہ اس کو اس لیے چھوڑیں گے کہ اس کے پاس دولت نہیں ہے۔''

یہاں عقدِ نکاح کا مفہوم بالکل واضح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ " السرّ " کے معنیٰ جنسی تعلقات کے بھی ہیں قرآن مجید کی آیت ﴿ ولكن لا تواعدوهن سرًّا ﴾ کی تفسیر میں اسی وجہ سے اختلاف رہا ہے یہ آیت اس عورت کے بارے میں ہے جو اپنے شوہر کی وفات کے بعد عدّت میں ہو۔

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہاں سرّ کے معنیٰ ''عقدِ نکاح'' کے ہیں۔ یعنی جو عورت عدّت میں ہو اس سے کسی مرد کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ مجھ سے ''شادی کر لو'' اس سے یہ عہد و میثاق نہ کرنا چاہئے کہ میرے علاوہ کسی اور سے نکاح نہ کرو گی۔ یہ قول ابن عباس، ابن جبیر، مالک اور ان کے اصحاب اور شعبی، مجاہد، عکرمہ اور سُدّی کا ہے اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں۔

لیکن کچھ لوگ السرِّ کے معنیٰ تعلقات جنسی کا بیان اور اس کے بعد شادی، ایسی صورت نہ ہونی چاہئے یہ قول ابن زید، مجاہد، ابن حمید، حسن ابن ابی الحسن، قتادہ، نخعی، ضحاک کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور طبری کا میلان بھی ادھر ہی ہے۔

ایک اور جماعت السِرّ کے معنیٰ ''عملِ جنسی'' قرار دیتی ہے یعنی عدّت کے زمانے میں کسی عورت کے سامنے عمل جنسی کا تذکرہ اس کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے نہ کیا جائے، کیونکہ یہ بڑی فحش بات ہے، یہ قول شافعی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔[جمهرة اشعار العرب للقرشی :٥، والجامع لاحکام القران للقرطبی:٣/ ١٩١]

اس آیت میں لفظ اَلسرِّ کے معنیٰ کچھ بھی بتائے جائیں لوگوں کا یہ اختلاف انکے طرزِ فہم کا اختلاف ہے ورنہ یہاں پر تعلقات جنسی کے عہد و پیمان یا عمل جنسی کی گفتگو کا کوئی محل نہیں ہو سکتا۔ کھلا مفہوم یہی ہے کہ عورت اگر عدّت میں ہو تو اس کو پیغام نکاح نہ دیا جائے قرآن اپنے الفاظ و اصطلاح کا مفہوم خود متعین کرتا ہے اسلام میں بے شمار الفاظ اپنے معنیٰ الگ رکھتے ہیں وہ الفاظ جب اپنے دائرے سے ہٹ جاتے ہیں تو قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

السِّر کے معنیٰ لغت اور عام بول چال میں بھی نکاح کے موجود ہیں۔ اسی لیے بخاری کے شارح بدرالدین عینی نے " اِتخاذِ سراری " کی شرح میں لکھا ہے کہ

''اس کا مطلب ہے کسی لڑکی کو اپنے لیے چن لینا یہ لفظ سراری تسرر سے بنا ہے اور تسرر ''سرّ'' سے نکلا ہے، سرّ کے معنیٰ نکاح کے ہیں یہ لفظ سرور سے بھی ہو سکتا ہے جس کی ''ر'' بدل کر ''ی'' ہو گئی ہو گی۔''

مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ

''اس میں ''ی'' اصلی ہے " الشیٔ السری " کے معنے ہیں " الشیٔ النفیس " (بہترین اور نفیس چیز) اسی طرح نکاح کا لفظ زواج اور عقد کے معنیٰ میں آتا ہے۔''[عمدہ القاری شرح بخاری :٩/ ٣٦٨]

''نکاح کے معنیٰ ''زواج'' عام طور پر مستعمل ہے اس سے ''عمل جنسی'' اور ''عقد'' بحیثیت مجموعی دونوں مراد ہیں۔ یہ اصطلاح ایام جاہلیت میں رہی ہے اور ظہور اسلام کے وقت عام تھی۔''[عمدہ القاری :٩/ ٦٤، و مسبوط للسرخسی:٦/ ١٩٢]

اور وہ جنسی تعلق جو ایک عورت اور مرد کے درمیان عقد و پیام کے بغیر ہو اس کا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زنا ہے اور ہم یہ حضرت عائشہؓ کے حوالے سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ نکاح کے جتنے طریقے زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اسلام نے آکر سب کو ختم کر دیا اور صرف وہی طریقہ باقی رکھا جو آج رائج ہے۔ یعنی نکاح کا۔

جاریہ کا ترجمہ

حضرت ماریہؓ و حضرت ریحانہؓ کے سلسلے میں جہاں ''سراری'' کا لفظ استعمال ہوا ہے وہیں جاریہ کا لفظ بھی ہے'' الجارتیان مارية و ريحانة ''اس لفظ نے بھی بہت دھوکہ دیا ہے اور اس دھوکے میں اس کا ترجمہ ہمیشہ لونڈی کیا جاتا ہے اور مقوقس کے مکتوب کی عبارت '' بعثت اليک بجاريتين '' کا ترجمہ بھی یہی کیا گیا'' آپ کے پاس دو لونڈیاں بھیجیں ہیں''، حالانکہ عربی زبان میں'' جاریۃ'' کے معنیٰ ''لڑکی'' کے ہیں۔ [تاج العروس: ۷۲/۱۰]

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں یہ جملہ ملاحظہ فرمائیے:

'' و انا جاريته حديثته السن'' کیا اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ میں لونڈی تھی کم عمر؟ نہیں اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ''میں لڑکی تھی نوعمر، قرآن زیادہ یاد نہ تھا۔'' [بخاری واقعۂ افک]

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نکحو الجواری الشواب'' یعنی جوان لڑکیوں سے شادی کیا کرو۔'' [عقود الجواهر المنيفه: ۱۵۰/۱]

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ

''میں جب اپنی شادی کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے پوچھا'' جابر تم نے شادی کر لی؟'' میں نے عرض کیا'' جی ہاں'' تو پوچھا'' کسی کنواری سے؟'' میں نے کہا: ''نہیں ثیبہ'' سے، ایک بڑی عمر کی خاتون سے۔ تو آپ ﷺ نے کہا۔'' ارے تم نے کسی جاریہ (نوجوان) سے کیوں نہ کی کہ تم اس سے چہلیں کرتے وہ تم سے چہلیں کرتی۔'' میں نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ! (میرے والد) عبداللہ نے وفات پائی اور انھوں نے سات لڑکیاں چھوڑیں (یا شاید نو کہا) اس لیے میں ایسی بیوی لایا ہوں جو اُن کی دیکھ بھال کر سکے۔ تو حضور ﷺ نے میرے لیے دعا کی۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بخاری میں یہی روایت یوں ہے کہ

''میری نو بہنیں تھیں۔ یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں انہی کی سی ایک الھڑلڑکی لاکران میں بٹھادوں اس لیے میں نے بڑی عمر کی عورت پسند کی جوان کی دیکھ بھال کرے ان کی کنگھی چوٹی کرے۔''

یہ حدیث بخاری، مسلم اور بیہقی [کتاب النکاح:۸۰/۷] میں موجود ہے اور ہر جگہ جاریہ کا لفظ استعمال ہوا ہے مگر ظاہر ہے کہ کہیں بھی اس سے مراد لونڈی اور باندی نہیں ہے، کیونکہ جاریہ کے معنیٰ ''لونڈی'' کے نہیں ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ کسی لونڈی کو جاریہ بھی کہہ دیں۔

مقوقس کے خط میں ''جاریتین'' کا جو لفظ مذکور ہے وہ اپنے اندر کوئی قرینہ کسی پہلو سے بھی ایسا نہیں رکھتا کہ اس کے معنیٰ لونڈی اور باندی کے لیے جائیں لیکن حیرت ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود ان کو باندی مشہور کیا گیا، سب لکھتے چلے آرہے ہیں کہ مقوقس نے ماریہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ''ہدیہ'' کیا تھا اور ممکن ہے کہ اسی لفظ ''ہدیہ'' نے ان کو ملکیت میں منتقل ہو جانے کا تصور پیدا کیا ہو، الفاظ آدمی کے ذہن کو دور کھینچ کر لے جاتے ہیں اس لیے ہم یہ ''خوش گمانی'' بھی کر سکتے ہیں، لیکن مقوقس کے خط کی عبارت بھی تو آخر کچھ تقاضا کرتی تھی۔ اس کو نظر انداز کیسے کیا گیا۔ اس نے تو لکھا تھا کہ

''بعثتُ الیک بجاریتین لھما فی القبط مکان عظیم و اھدیت الیک کسوۃ و نعلۃ ترکھا.''

''میں نے آپ کی خدمت میں دو لڑکیوں کو بھیجا ہے، ان کا مرتبہ قبطی قوم میں بہت بڑا ہے اور ہدیۃً کچھ کپڑے ارسال کیے ہیں اور ایک خچر کہ آپ کی سواری میں رہے۔''

خط کی عبارت الگ الگ جملوں میں تقسیم ہے پھر یہ اچانک ''بعثت'' کا لفظ غائب کیسے ہو گیا اور پوری عبارت ''اھدیتُ'' کے تحت کیسے آ گئی؟ مقوقس نے ان لڑکیوں کے بارے میں الگ ایک بات کہی ہے اور تحائف کے بارے میں الگ۔ پھر بھی تمام مؤرخین جہاں خط کی اصل عبارت پوری احتیاط سے نقل کرتے ہیں وہیں وہ اپنی طرف سے جب لکھتے ہیں تو ''اھدا المقوقس الی النبی ﷺ'' سے گفتگو شروع کرتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہدیہ کا مفہوم

آخر اس ''اھدیٰ'' کا اصل مفہوم کیا ہے؟ کیا وہی ہے جو بعد میں عام ہو گیا یا لکھنے والوں کے ذہن میں کچھ اور تھا؟ باندی اور غلام کسی کو دینے کا تذکرہ تو جب کبھی آتا ہے ''وھب'' کے لفظ سے آتا ہے اگر چہ یہ ضروری نہیں کہ جب وَھَبَ (ہبہ کیا) کہا جائے۔ تو اس سے باندی اور غلام ہی کسی کو دینا ظاہر ہو کوئی اپنے آپ کو بھی ہبہ کر سکتا ہے، اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ لیکن ''اھدیٰ'' کا استعمال شاید ہی اس طرح اور اس مفہوم میں نظر آئے جس مفہوم میں اب یہ عبارت ڈھل گئی ہے کہ ہدیئے اور تحفے کی صورت ان معزز خواتین دے دی گئیں، ہدیہ اور تحفہ اپنے اندر ملکیت کا تصور رکھتا ہے اس لیے اس لفظ کے استعمال نے خود بخود ان کی ذات کے ساتھ بھی ''مملوک'' ہونے کا خیال قائم کر دیا۔

''ھدیٰ'' اور ''اھدیٰ'' کا لفظ بھی جتنا ہدیہ اور تحفے کا مفہوم رکھتا ہے اتنا ہی عورت کے ساتھ وابستہ ہو کر دوسرے معنیٰ پیدا کرتا ہے، اگر اس لفظ کو کسی عورت کے بارے میں استعمال کیا جائے تو اس کے معنیٰ ہونگے ''عروس کو اس کے شوہر کے پاس بھیجنا، رخصت کرنا'' اور یہ لغت و زبان میں بہت عام ہے لغت کے اس عام مفہوم پر بھی اختلاف کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ لیکن اس کو کیا کہیے گا کہ جس عہد کی یہ بات ہے اس عہد میں یہ لفظ اسی مفہوم میں بڑی نزاکت و لطافت کے ساتھ رائج تھا اور کثرت سے حدیثوں میں آیا ہے۔

اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کی شادی کا تذکرہ اس عبارت سے درج ذیل حدیث میں ہوا ہے:

" اھد اھا عُبیدۃ الی النبی ﷺ."

ظاہر ہے کہ اس کا ترجمہ یہ نہیں کیا جا سکتا کہ عبیدہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں زینب بنت خزیمہ کو بطور ''ہدیہ'' بھیجا۔ اس روایت کو کتاب المحبّر، ص ۷۳ میں پڑھیے۔

اسی طرح حضرت صفیہؓ کے بارے میں ہے کہ ان کے لیے ام سلیم نے ساز و سامان تیار کیا "فاھد بتھالہ من اللیل" اور رات ہی کو ان کی رخصتی کر دی (شوہر کے پاس پہنچا دیا)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[القسطلانی: ۲۹۳/۳]

اس لطیف روزمرہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے، جابر نے اپنی دادی عبیط سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں:

"اهدینا جاریة لنا من بنی النجار الی ازواجها."

یعنی: ''ہم لوگوں نے قبیلے بنی نجار کی ایک لڑکی کی رخصتی کی۔'' [التراتیب الاداریہ: ۱۳۸]

مِلک کا مفہوم

اور یہی صورت مِلک و تملیک کی ہے "ملک المرأة" کے معنی ہیں "تزوجها" (اس سے شادی کر لی) اور "ملکه او املکه" کے معنی ہیں اس کو بیاہ دیا۔ یہ اصطلاح بھی کتب حدیث میں دائر و سائر ہے، املاک کسی عورت کو کسی کے نکاح میں دے دینے کا مفہوم ادا کرتا ہے [نهایه ابن اثیر: ۱۱۴/۴، و تاج العروس: ۱۸۱/۷] نکاح کے بعد عورت مملوک نہیں ہوتی اگرچہ واقعہ ہے کہ فقہ کی زبان میں "مِلک بُضعله" کی اصطلاح موجود ہے (یہ مِلک در حقیقت "مِلکٌ و امَلکَ" سے ماخوذ ہے)۔ یہ اصطلاح ویسی ہی ہے جیسے غلام کو اصطلاحاً رقبہ یا مِلک یمین کہتے ہیں۔ اہل لغت، اہل تفسیر اور حدیث لفظ مِلک کو نکاح کے معنیٰ میں لیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ

"ملکتی رسول الله ﷺ و انا بنت سبع سنین."

''رسول اللہ ﷺ نے (مجھ کو مملوک بنایا؟ نہیں) مجھ سے شادی کی اور میں سات برس کی تھی۔'' [ابن سعد: ۴۴/۸]

اسی طرح بخاری، مسلم اور ترمذی کی ایک مشہور روایت ہے کہ

"ما مست ید رسول الله ﷺ ید امراة لا یملکها."

''کسی ایسی عورت کے ہاتھ سے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مس نہ ہوا جو حضور ﷺ کے نکاح میں نہ ہو۔''

تو پھر شربینی کا یہ قول جو انہوں نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" قد ملک رسول اللہ ﷺ ماریۃ ۔"[جامع البیان للطبری:۳/۳۱۵]

یہ کس مفہوم میں ہے؟

حاکم کی حدیث

الحافظ الکبیر امام ابو عبداللہ محمد الحاکم نے اپنی کتاب "المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث" میں زہری کی یہ روایت درج کی ہے کہ

"ہم لوگوں سے ابو اسامہ الحلبی نے اور ان سے حجاج بن ابی منیع نے اپنے دادا سے سُن کر جنہوں نے ابن شہاب زہری سے سنا تھا کہ "رسول اللہ ﷺ نے سُرّیہ بنایا ماریہ قبطیہ کو جن سے ابراہیم پیدا ہوئے۔"

اور اس کے بعد ہی اپنی یہ حدیث درج کی ہے کہ

"بیان کیا مجھ سے ابو بکر محمد بن بالویہ نے اور ان سے ابراہیم بن اسحٰق الحربی نے اور ان سے مصعب بن عبداللہ الزبیری نے کہ " ثم تزوج رسول اللہ ماریۃ بنت شمعون و ھی التی اھداھا الیٰ رسول اللہ المقوقس صاحب الاسکندریۃ ." پھر شادی کی رسول اللہ ﷺ نے ماریہ بنت شمعون سے اور یہ وہی ہیں جن کو "رخصت" کیا تھا مقوقس والیِ اسکندریہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ۔"[المستدرك الحاكم:٤/٣٨]

پہلے اس حدیث پر غور کیجیے، اس کی پوری عبارت پر پھر اس کے ترجمے پر۔

اس حدیث کے راوی چار اشخاص ہیں حاکم (التوفی ۴۰۵ھ) پھر ابو بکر بن بالویہ (التوفی ۳۷۴ھ) پھر ابراہیم بن اسحٰق الحربی (التوفی ۲۸۵ھ) پھر مصعب بن عبداللہ الزبیری (التوفی ۲۳۶ھ)۔ مصعب زبیری ۱۵۶ھ میں پیدا ہوئے تھے، مصعب امام بخاری سے متقدم ہیں وہ باسٹھ سال کے تھے تب بخاری پیدا ہوئے اور جب بیالیس (۴۲) سال کے ہوئے تب مصعب نے انتقال کیا۔ اس حدیث میں تزوج کا لفظ موجود ہے، زہری کی روایت کے ساتھ ساتھ اس حدیث کا اندراج یہ بھی بتاتا ہے کہ ملک میں دو مستقل رائیں چلی آرہی تھیں جن میں ایک دربار کے گروہ کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاکم کی اس حدیث کے یہ چاروں راوی اپنے اپنے عہد کے انتہائی مستند اور ثقہ بزرگوں میں ہیں ابن اسحٰق الحربی، امام احمد بن حنبل کے ممتاز شاگردوں میں ہیں، وہ امام فی العلم، رأس فی الزہد، عارف بالفقہ، بصیر بالاحکام، حافظ للحدیث، تسلیم کیے جاتے تھے۔ یہی حال مصعب کا تھا یہ بڑے بڑے اماموں کے استاد تھے۔

''عالم بالنسب، عارف بایام العرب، مردوّت وعلم شرف وبیان اور جاہ وجلال اور قدر ومنزلت کے اعتبار سے قریش کی ناک تھے۔''

مصعب بن زبیر پر کسی محدّث نے کبھی کوئی جرح نہیں کی ہے اور نہ ان کی اس روایت پر کوئی جرح کسی نے کی ہے جس سے واضح ہے کہ یہ روایت ہر طرح ممتاز اور جرح سے بالا ہے اس کے علاوہ محدّثین کا فیصلہ ہے۔ حاکم کی جس روایت پر امام ذہبی نے کوئی جرح نہ کی ہو وہ ہر پہلو سے مستند اور محفوظ روایت ہے اور امام ذہبی نے بھی اس روایت پر کوئی جرح نہیں کی ہے مصعب کی بیان کردہ یہ روایت خاندانی ہے جو منتقل ہوتے ہوتے اُس وقت زبانوں پر آئی جب بنی امیہ کا جبر وتشدد ختم ہوا اور بنو عباس بھی اپنی سخت گیریوں میں نرم پڑ چکے تھے۔ تاریخ کی کتابوں میں حضرت ماریہؓ کا نام امہات المومنین، ازواج النبی ﷺ کی فہرست میں سب سے پہلے احمد بن یعقوب ابن واضح الیعقوبی نے وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

یعقوبی ابراہیم بن اسحٰق الحربی کا معاصر ہے اور دونوں کی وفات بھی آگے پیچھے ہوئی ہے۔

الحاصل حضرت ماریہؓ ازواج النبی ﷺ میں ہیں اور اُمّ المومنین میں ہیں۔ زمانے کی ستم ظریفی نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے ان کو نشانہ بنایا جہاں حضرت عائشہؓ پر اتہام لگانے میں عہد رسالت تک میں کچھ لوگ تکلّف نہ کر سکتے ہوں، بعد کے زمانے میں حضرت ماریہؓ کے مرتبۂ عز وشرف کو اگر جراحت پہونچائی گئی تو یہ پھر بھی اس کے مقابلے میں بہت معمولی بات ہے۔

اور ان تیرہ ازواج مطہراتؓ کی فہرست ترتیب واریوں ہوگی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

(۴) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

(۵) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ

(۶) حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بنت امیہ بن المغیرہ

(۷) حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش

(۸) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث

(۹) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حُیی

(۱۰) حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنت زید

(۱۱) حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا رملہ بنت ابی سفیان

(۱۲) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

(۱۳) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن حزن الہلالیہ

❁❁❁❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الانتقاد

''الانتقاد'' کے عنوان سے کتابی سلسلے کے اجراء کے حسب ذیل دو مقاصد ہیں:

☆ تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ کی مایۂ ناز ہستیوں کا بھرپور تعارف، ان کے کارناموں کا ممکنہ کوشش کی حد تک مکمل احاطہ اور مختلف دوائر میں پڑنے والے ان کے اثرات کا جائزہ۔

☆ جدید علمی تحقیقات پر منصفانہ نقد و تبصرہ۔

اس کے علاوہ

''الانتقاد'' کے صفحات پر پرانے اور گمشدہ علمی خزینوں کی دریافت اور وفیات کا بھی مستقل سلسلہ ہے جس سے اس کتابی سلسلہ کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔

''الانتقاد'' محض ایک کتابی سلسلہ نہیں بلکہ ایک تحریک بھی ہے

☆ علم و تحقیق کی راہ میں پیدا ہو جانے والے جمود کو تحریک میں بدلنے کی

☆ اسلاف کو اخلاف سے رُوشناس کرانے کی ☆ اکابرِ علم و عمل کے نقوشِ پا کے دریافت کی

اس علمی تحریک کی کامیابی کے لیے اس کی اشاعت میں حصہ لیجیے

''الانتقاد'' کی کم سے کم اشاعتی مدت دو ماہ اور زیادہ سے زیادہ چار ماہ ہے۔ اس کے صفحات کی کوئی مخصوص تعداد نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے شماروں کی قیمت کا قبل از اشاعت تعین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تاہم پاکستان میں موجود جو صاحبان ''الانتقاد'' کے مستقل خریدار بننا چاہتے ہیں وہ کم از کم ۳۰۰ رُپے اور زیادہ سے زیادہ ۱۰۰۰ رُپے ارسال فرمائیں۔ ان کی ارسال کردہ رقم ان کے حساب میں جمع کر لی جائے گی۔ شماروں کی قیمت اور ڈاک خرچ کے تناسب سے ان کے حساب سے کٹتی رہے گی۔ ''الانتقاد'' کا فی شمارہ انہیں ۳۳ فیصد رعایت کے حساب سے اور بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ روانہ کیا جائے گا۔

کتابی سلسلہ ''الانتقاد''

مکتبہ دارالاحسن، ۶۴۔ نعمان سینٹر، گلشن اقبال، بلاک ۵، کراچی۔

برائے رابطہ 0333-3738795

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''الانتقاد'' کا پہلا شمارۂ خاص بیاد

امام ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ثناء اللہ امرتسری، علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی، مولانا ابوسلمہ شفیع احمد بہاری، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، مولانا عزیز احمد مدنی، مولانا محمد یٰسین شاد اور سیّد قیام الدین نظامی کے پُر از معلومات مضامین۔

اس کے علاوہ جدید کتب پر علمی تبصرے و نیز مولانا محمد یحییٰ گوندلوی، علی ارشد چودھری، پروفیسر عبدالجبار شاکر، ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر اور عبدالعزیز خالد کی وفیات پر مضامین بھی شاملِ اشاعت ہیں۔

قیمت:=/80

''الانتقاد'' کا دوسرا شمارۂ خاص بیاد

علامہ تمنا عمادی مجیبی پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ (۱)

علامہ تمنا عمادی مجیبی پھلواروی کی خودنوشت، مولانا افتخار احمد بلخی، محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، مالک رام اور خواجہ افضل امام کے پُر از معلومات مضامین۔

اس کے علاوہ جدید کتب پر علمی تبصرے و نیز ڈاکٹر اسرار احمد، ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو، شیخ عبداللہ الغدیان، مولانا محمد ادریس ہاشمی، مولانا محمد ادریس فاروقی، ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر محمود احمد غازی اور شیخ محمد بن جمیل زینو کی وفیات پر مضامین بھی شاملِ اشاعت ہیں۔

عنقریب منظر شہود پر آ رہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد عزیز الرحمن السدیسی الحسینی کے رشحات قلم سے چند اہم تحریریں

اللہ کی تلاش میں

فاضل مصنف نے اس مختصر سے کتابچے میں یہ بتایا ہے کہ انسان کی محبت کا منتہائے کمال اگر اللہ نہ ہو تو ایسی محبت جبینِ حق کا داغ ہے اور جس عمل کا مقصود رضائے الٰہی نہ ہو وہ عمل سامانِ حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ مختصر سا کتابچہ انسان کو اپنی حقیقت سوچنے پر مجبور کر دیتا اور اسے حقیقی رفعت و منزلت کی تلاش کی دعوت دیتا ہے۔
(صفحات:32 قیمت:=/25)

اصحاب علم و فضل

مولانا عبدالجبار غزنوی، شاہ سلیمان پھلواروی، قاضی طلا محمد پشاوری، مولانا احمد حسن دہلوی، شاہ عین الحق پھلواروی، سید رشد اللہ راشدی، مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی، مولانا ناصر الدین دہلوی، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا عبدالوہاب صدری، مولانا حکیم ابو حبیب دیسوی اور مولانا رفیع الدین شکرانوی دیگر علماء کے سوانحی مضامین و نیز ان کے ذیل میں متعدد علماء کے حالات پر مشتمل یہ کتاب علمی خزینے کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف نے ان اشخاص کی زندگی کے بعض ایسے پہلوؤں کا بھی ذکر کیا ہے جن سے ابھی تک ہماری علمی مجلسیں ناآشنا تھیں۔ اسی طرح نسبتاً کم معروف مگر بلند پایہ ارباب علم کا مفصل تذکرہ کر کے مصنف نے ان شخصیات کو گوشۂ گمنامی میں جانے سے بچالیا ہے اور یہ ان کا گرانقدر علمی کارنامہ ہے۔ (صفحات:272 قیمت:=/180)

اسلام اور عصر جدید

یہ کتاب فاضل مصنف کے قلم معجز رقم کا انقلابی شاہکار ہے۔ جس میں انہوں نے اسلام پر مغرب زدہ ذہنیت کے اعتراضات کا ذکر کیے بغیر جواب دیا ہے۔ ان کے اندازِ تحریر میں کسی احساسِ شکستگی کا گمان تک نہیں ہوتا بلکہ زورِ استدلال سے معمور قوت تحریر نے کتاب کا شمار اردو زبان میں لکھی گئی انتہائی اہم ادبی انقلابی تحریروں میں کر دیا ہے۔ کتاب علمی، فکری اور سیاسی تین عنوانات پر منقسم ہے اور ان ہر سہ عنوانات کے ذیل میں لکھے گئے مضامین ارباب علم و فہم کے لیے آئینہ بصیرت ہیں۔ (صفحات:144 قیمت:=/120)

بیت المقدس کس کا حق ہے؟

اس کتاب میں لائق و کریم مصنف نے ثابت کیا ہے کہ بیت المقدس اللہ کے نیک بندوں کا حق ہے جب مسلمان اللہ کی طرف رجوع کریں گے اور "ان کنتم مومنین" کے صحیح مخاطب بن جائیں گے تو انہیں ان کا حق بھی مل جائے گا۔ (صفحات:56 قیمت:36)

99۔۔۔ جے ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
25420
www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

کے زورِ قلم سے

شاہ محمد سلیمان پھلواروی، مولانا عبدالجبار غزنوی،
مولانا سید احمد حسن دہلوی، مولانا عبدالوہاب صدری
دہلوی، مولانا عبدالتواب ملتانی، شیخ طیب علی رام پوری،
مولانا رفیع الدین شکرانوی، مولانا ابوالمنصور
ناصرالدین دہلوی، شاہ عین الحق پھلواروی، مولانا
محمد علی منوی، مولانا سعید حسرت عظیم آبادی، مولانا
ابوحبیب دیسنوی، سید ابوتراب رشداللہ راشدی
سندھی، قاضی طلا محمد خاں پشاوری
اور دیگر علمائے ذی اکرام کے سوانحی نقوش

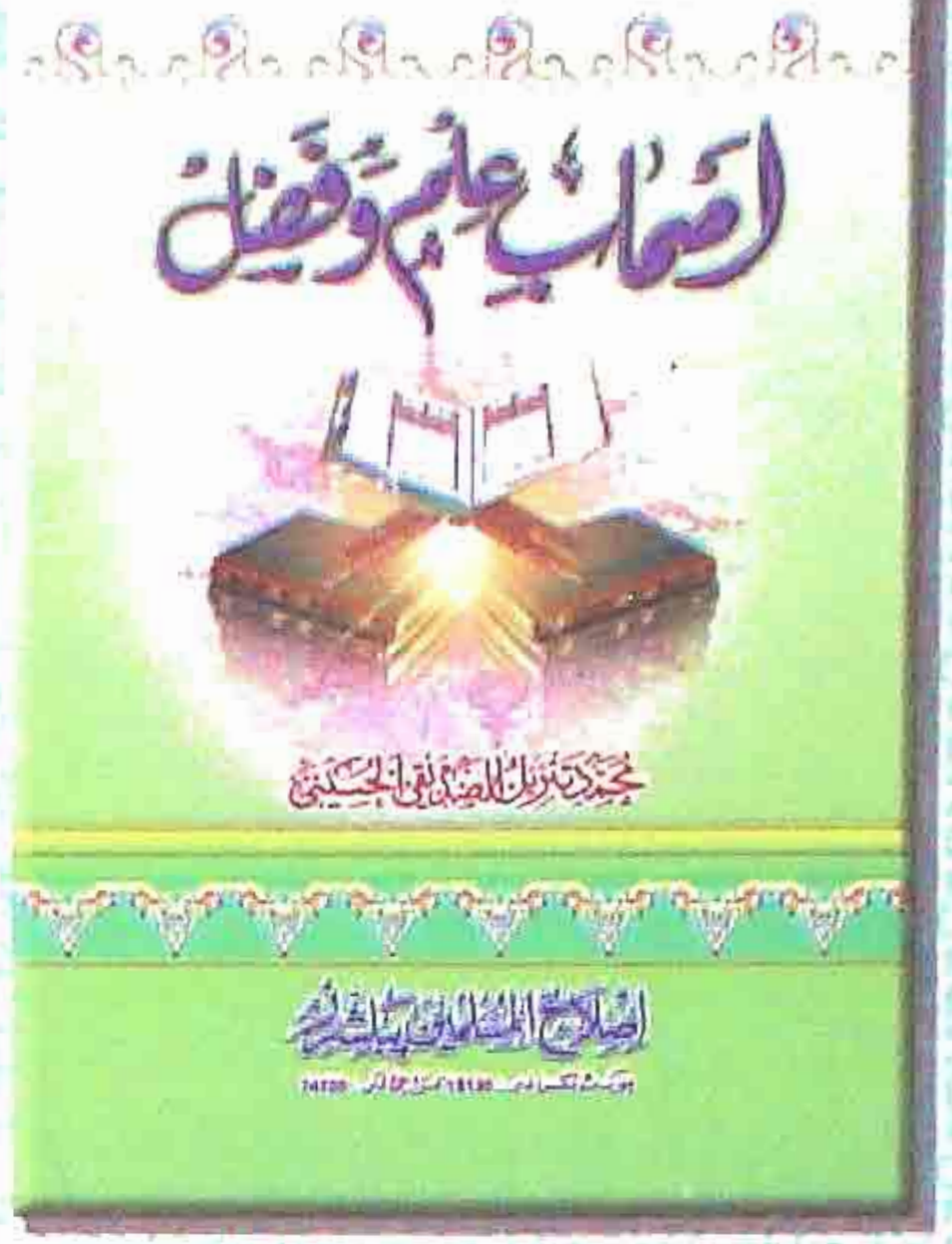

مکتبہ دار الاحسن

64، نعمان سینٹر، گلشن اقبال، بلاک 5، کراچی برائے رابطہ: 0333-3738795